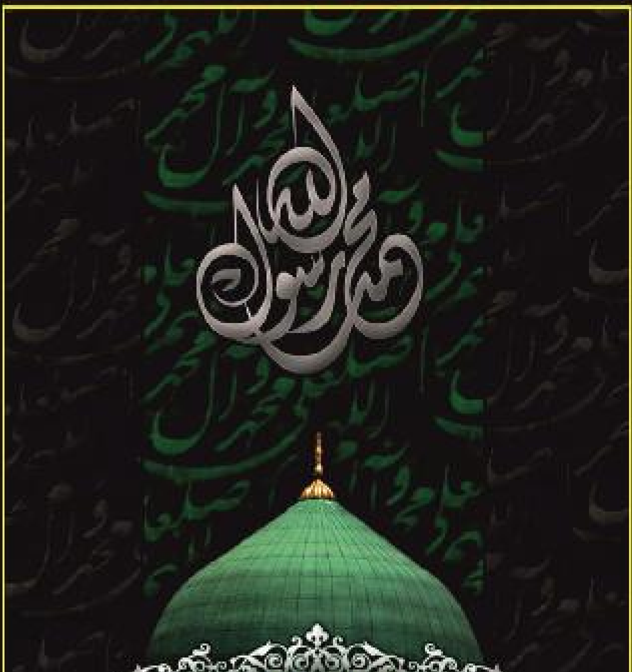
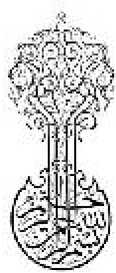
فروغِ نعت



سید شاکر القادری چشتی نظامی



ضروری معلومات

- فروغِ نعت میں اشاعت کے لیے اردو فارسی اور دیگر مقامی زبانوں میں لکھی گئی معیاری، حمد و نعت اور مناقب کی پذیرائی کی جاتی ہے۔
- نعتیہ ادب سے متعلق، تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی مقالات کی اشاعت بھی ہمارے اولین مقاصد میں سے ہے۔ علمی انداز میں لکھے گئے مستند اور باحوالہ مقالات کا خیر مقدم کیا جائے گا۔
- نعت گو شعرا اور نعت خوان حضرات کے تعارف، ان سے مکالمہ اور ان کے فن پر نقد ونظر پر مشتمل سنجیدہ اور شائستہ تحریروں کو بھی خوش آمدید کہا جاتا ہے۔
- نعتیہ ادب سے متعلق کتابوں پر تبصرہ ہمارا ایک مستقل موضوع ہوگا، تبصرہ کے لیے کتاب کی دو کاپیاں آنا ضروری ہیں۔
- غیر مطبوعہ تخلیقات اور تحریروں کو اہمیت دی جائے گی۔
- ادارہ کو کسی بھی تخلیق یا تحریر کے شائع کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں مکمل اختیار حاصل ہوگا
- قارئین کے نقد ونظر اور آرا پر مشتمل خطوط مجلہ کو بہتر سے بہتر بنانے میں معاون ہوا کرتے ہیں۔ ہمیں آپ کی آرا کا شدت سے انتظار رہے گا
- تمام تحریریں فل سکیپ کاغذ پر ایک طرف صاف تحریر میں یا ٹائپ شدہ بذریعہ ڈاک ارسال کریں۔ ایم ایس ورڈ اور ان پیج فائل کی صورت میں تحریروں کی سافٹ کاپی بذریعہ ای میل ارسال کریں۔

تخلیقات اور مقالات ارسال کرنے کے لیے پتا:

دفتر فروغِ نعت بالائی منزل، سادات ماربل ورکس

چھوئی روڈ اٹک شہر (پنجاب) پاکستان

ای میل ایڈریس:

faroghenaat@gmail.con

shakirulqadree@gmail.com

فون:0321-5100151,0347-5100111,0336-4069899

سہ ماہی فروغِ نعت اٹک

اکتوبر،نومبر،دسمبر ۲۰۱۳

مدیر

سیدشاکرالقادری چشتی نظامی

معیاری نعتیہ ادب کا ترجمان سہ ماہی مجلہ

=:زرِتعاون:=

فی شمارہ : ۵۰/- روپے

سالانہ : ۴۰۰/- روپے

=:سرکولیشن:=

انعام الحق لاہور: 03338774812

شعبان نظامی: 03334693170

حروف چینی: فہد اعجاز/ سید ابوذر گیلانی

پرنٹر: آفاق پرنٹنگ پریس جنگی محلہ پشاور

=:بہ اشتراک:=

پاکستان قرأت و نعت کونسل	اکادمی فروغ نعت اٹک	القلم ادارہ مطبوعات اٹک پاکستان

پتا: دفتر سہ ماہی فروغ نعت بالائی منزل سادات ماربل ورکس چھوئی روڈ اٹک شہر

faroghenaat@gmail.com

shakirulqadree@gmail.com

0321-5100151,03475100111,03364069899

Web: http://alqlm.org/naat

سلکِ دُرر

زہے نصیب کہ بزمِ فروغِ نعت میں ہوں

قند فارسی

گوشہ اٹک

حرفِ تمنا

ہزاروں کا لشکر جرار شہر سرکشاں میں داخل ہونے کو ہے۔۔۔بے نیام تلواروں کی آب نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے۔۔۔اونچی پگڑیوں اور بلند شملوں والے چغادری ہیبت سے تھر تھر کانپ رہے ہیں۔۔اس شان وشکوہ کے حامل لشکر کا سپہ سالار عجیب فاتحانہ شان سے داخل شہر ہوتا ہے۔۔۔ناقہ پر سوار اس کا سر عجز سے جھکا ہوا ہے۔۔۔ملکوتی ہونٹوں سے حمد کے سرمدی نغمے فضاؤں میں بکھر رہے ہیں۔۔۔اعلان ہو رہا ہے:

لا تثریب علیکم الیوم

عفوو درگذر کے اس پیکر اتم نے جانی دشمنوں کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا۔۔۔

اللھم صلی علی محمد و علی آلہ واصحابہ وسلم

نفسا نفسی، دہشت گردی اور بے امنی کے اس زمانہ میں ایسے ہی عفوو درگذر اور امن ومحبت کی ضرورت ہے۔چنانچہ سیرتِ طیبہ کے اسی تابناک پہلو سے نورِ یقین حاصل کرتے ہوئے عجز وانکسار کے دھیمے رنگوں اور محبت وعقیدت کے جھکتے زاویوں سے تشکیل پانے والے"فروغ نعت" کا نقش ثانی حاضر خدمت ہے۔

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ملک بھر سے نعت کا حوالہ رکھنے والے اھل قلم نے فروغ نعت کو پذیرائی بخشی اور ہر طرف سے قیمتی آراء موصول ہوئی ہیں۔موجودہ شمارے میں نعتوں کی تعداد قدرے کم کر کے تحقیقی وتنقیدی مقالات کا اضافہ کیا گیا ہے۔نعتیہ مشاعروں اور تقاریب کی رودادوں کے لیے ایک حصہ مخصوص کیا گیا ہے اور اھل قلم کے تاثرات وانتقاد کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ان اقدامات سے ہم نے اپنے متعین کردہ مقاصد کی جانب پیش قدمی کی سعی کی ہے۔

سعادتوں کے اس سنہری سفر کے ہمارے تمام رفیق ہمارے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں جن کے قلمی اور علمی تعاون سے ہم یہ منزلیں طے کر رہے ہیں۔ہمیں امید ہے کہ"نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اوّل" کی مصداق "فروغ نعت" کا موجودہ شمارہ اپنے معیار اور افادیت کے اعتبار سے آپ کو ایک قدم آگے نظر آئے گا۔

المنۃ للہ ولرسولہ الکریم وصلی اللہ علیہ وآلہ والتسلیم

سید شاکر القادری چشتی نظامی

زہے نصیب کہ بزمِ فروغِ نعت میں ہوں

حمد، نعت، منقبت

حمدِ باری تعالیٰ

اللہ اکبر

ہر پل ایک با ادب کہے جا
اخلاص سے حمدِ رب کہے جا
ہے قرض سرِ ہنر شنا کا
اَب تک نہ کہی تو اب کہیے جا
ہر چیز میں ہے نمود اُس کی
ہر شے کا ہے وہ سبب کہے جا
منزل ہمہ خلق کی وہی ہے
ہر اک ہے وہ طلب کہے جا
چوکھٹ پہ ہیں بابِ کعبہ کی ہاتھ
درکار ہے جو جو سب کہے جا
اشکوں کی زباں میں ہچکیوں میں
گر کھلتے نہیں ہیں لَب کہے جا
رکھ دل میں نہ کوئی بات، اگرچہ
کہنے کا نہیں ہے ڈھب کہے جا
سُنتا ہے وہ دل کی دھڑکنوں کو
عرض اپنی حضورِ رب کہے جا
ہو محو ریاضؔ حمدِ رب میں
وصف اُس کے تو روز و شب کہے جا

۔۔۔۔۔ڈاکٹر ریاض مجید

درِ حضور پہ کچھ ناصبور اشک کہیں[1]
جو دل کا حال ہے سارا ضرور اشک کہیں

جو حاضری کی سعادت ملے تو اُس در پر
فسانہ دل کا برنگِ زَبور اشک کہیں

دلوں کو وادیٔ ایمن میں خیمہ زن کر کے
مُوَاجَہَہ پہ حکایاتِ طور اشک کہیں

حضورؐ ہی سے شفاعت کی التماس کریں
بہ بارگاہِ نبیؐ سب قصور اشک کہیں

ندامتوں کا قرینہ ہوا اس طرح ظاہر
کہ دل ہے معصیتوں سے نفور، اشک کہیں

مری دعا ہے کہ بخشش کی یوں نوید ملے
کہ مہربان ہے ربِّ غفور، اشک کہیں

غمِ فراق بھلا کر مواجہہ کے قریں
ملا حضوری میں کتنا سُرور اشک کہیں

گزار آئے ہیں ہم ہجر کی کٹھن گھڑیاں
شہاؐ! نہ کیجے ہمیں در سے دور، اشک کہیں

کرم کی بھیک ہو کشکول آرزو میں عزیز
ہوا ہے کیسے کرم کا ظُہور اشک کہیں

ڈاکٹر عزیز احسن، کراچی

۱۔ کلیاتِ مظہر (صفحہ نمبر 640) میں ایک شعر پڑھا

فسانہ ہجر کا پیشِ حضور اشک کہیں
زباں خموش ہو اور شرحِ آرزو ہو جائے

پہلا مصرعہ پڑھتے ہوئے نعت کہنے کا موڈ بن گیا اور چند اشعار ہو گئے۔۔۔۔۔الحمدللہ!۔۔۔۔عزیزؔ احسن

آپ کے درد کے زندہ داروں کو کب یا نبیؐ! راس کارِ رفُو آ گیا
ایسے دامن کشانِ تلافی کہ زخموں پہ مرہم لگا تو لہو آ گیا
رونے رونے میں اظہار سا بن گیا، ایک اندازِ گفتار سا بن گیا
اشک چلتے ہوئے تا بہ لب آ گئے، سُرمہ بہتا ہوا تا گلُو آ گیا
شکل جو بھی تھی بے چین احساس کی، نعت کی ذیل میں بار کب پا سکی
تب کہیں حرف میں روشنی آ سکی کھینچ کے جب دل کا سارا لہو آ گیا
جرم وہ جو مجھے کُھل کے رونے نہ دے دن کو رسوا کرے شب کو سونے نہ دے
رو برو اپنے خود کے بھی ہونے نہ دے، لے کے میں آپ کے رو برو آ گیا
دل کی رِقت سے پلکوں پہ تاثیر سی، آنکھ میں کوئی شرمندگی کی نمی
اشک بہتے رہے، نعت کہتے رہے، حرف جو آ گیا، باوضو آ گیا
آنکھ اُٹھی ہی نہیں، لب کُھلے ہی نہیں، یہ بھی اچھا ہوا بات آتی نہ تھی
اشکباری نے پردہ مرا رکھ لیا، آنسوؤں کا نمک تا گلُو آ گیا

پروفیسر احسان اکبر، اسلام آباد

شہرِ نبیؐ کا ہر اِک گوشہ حُسن سراپا، خلد بداماں
ارضِ حرم کا قریہ قریہ حُسن سراپا، خلد بداماں

جالب و جاذب اِک اِک منظر، نُور میں ڈوبے کنکر پتھر
از بطحا تا کُوئے مدینہ حُسن سراپا، خلد بداماں

چہرۂ صحرا روشن روشن، موجۂ خوشبو گلشن گلشن
روضۂ انور، وادیٔ طیبہ حُسن سراپا، خلد بداماں

اُن کے قدم کی برکت سے ہے، اُن کی نگاہِ رحمت سے ہے
مُلکِ عرب کا ہر اِک رستہ حُسن سراپا، خلد بداماں

فیضِ نبوت، جُودِ رسالت، مخزنِ عرفاں، کانِ مروّت
لُطف و کرم کا بہتا دریا حُسن سراپا، خلد بداماں

ہر ساعت ہے لطفِ سخی سے، ہر دم فیضِ نعتِ نبیؐ سے
کشتِ تخیل، ارضِ تمنا حُسن سراپا، خلد بداماں

ممکن ہے یہ اُن کے کرم سے، نُور رہو جاری نوکِ قلم سے
ہو جائے شہزؔاد کی دنیا حُسن سراپا، خلد بداماں

علّامہ شہزؔاد مجددی (لاہور)

آنکھ میں جب مری وہ گنبدِ اخضر چمکا*

ایک خورشید مری روح کے اندر چمکا

بزمِ ہستی تھی اندھیروں کے طلسمات میں گم

آپ آئے تو اندھیروں کا مقدر چمکا

شعلۂ عشقِ محمدؐ سے فروزاں ہے بلالؓ

حسنِ نسبت کے شرف سے ہی ابوذرؓ چمکا

مجھ پہ وہ ابرِ گہر بار مسلسل برسا

مجھ پہ وہ مہرِ ضیا پاش برابر چمکا

جس کے ہونٹوں پہ ترے نام کی کلیاں چٹکیں

اُس کی پلکوں پہ تری یاد کا اختر چمکا

دیکھ کر مسجد و محراب و ریاض الجنۃ

چشمِ حیرت میں ترے عہد کا منظر چمکا

________ڈاکٹر ارشد محمود ناشادؔ

---

*ا۔ اللہ الحمد کہ یہ نعت گنبدِ خضرا کے سائے میں لکھی گئی۔

رحمت ہے جو کچھ اور سِوا ہونے لگی ہے
روزے سے ہوں اور نعت عطا ہونے لگی ہے

توفیق ملی ہے جو کھلی سانس کی مجھ کو
جتنی بھی گھٹن تھی وہ ہوا ہونے لگی ہے

اے عجزِ بیاں دیکھ ، ذرا حرفِ رواں دیکھ
یہ نعت جو آنکھوں سے ادا ہونے لگی ہے

اے شافعِ محشر، مری دھرتی پہ نظر کر
مٹی پہ قیامت سی بپا ہونے لگی ہے

سجدوں کو بھلا کیسے بچائیں، کہ یہاں تو
ہر قسم کی مخلوق خدا ہونے لگی ہے

سعود عثمانی، لاہور

ذکرِ خیر الوریٰ میں مگن ہوں تو پھر، کیوں نہ ہوں ہم بفضل خدا مطمئن
ذکر خیر البشر ہو وظیفہ اگر، خود رکھے وردِ صلِ علیٰ مطمئن
پہلے رہتا تھا بے چین اور مضطرب، کب مرا دل کبھی ایسے تھا مطمئن
شرم سارا پنے اعمال پر میں رہا، اپنے انجام سے میں تھا نا مطمئن
پھر نظر ان کی رحمت کی جانب اٹھی، ایک دم دل مرا ہو گیا مطمئن
ہو کرم کی نظر اے شہِ بحر و بر، ایسے حالات میں دل ہو گیا مطمئن
ناؤ گرداب میں ہے عدو گھات میں، اور اس پر بھی ہے ناخدا مطمئن
میرے آقا کی چشمِ عنایت رہی، ان کے صدقے ملا مجھ کو جو کچھ ملا
سب سے بڑھ کر دلِ مطمئن مل گیا، جب بھی دیکھا اسے وہ ملا مطمئن
کارِ دنیا سے گو لاتعلق نہ تھا، کچھ غمِ بیش و کم اس کو لاحق نہ تھا
تھا وہ جس حال میں اور جہاں بھی رہا، ہر غلام آپ کا تھا سدا مطمئن
آپ کی شانِ والا کا عرفاں کسے، کب کسی کا کلام ان کے شایان ہے
کیا ادا ہو سکے عرشؔ مدحت کا حق کیا کرے کوئی حرفِ ثنا مطمئن
عرش ہاشمی، سیکرٹری محفلِ نعت اسلام آباد

سرکارِ دوعالم کا نہیں خلق میں ثانی
فاتح ہوں معلّم ہوں مسیحا کہ گیانی

طٰہٰ ہو کہ یاسین، کہے دیتے ہیں الفاظ
اللہ کی بندے سے محبّت کی کہانی

مفہوم وہ جس کے لیے الفاظ ہوں تخلیق
الفاظ جنہیں ڈھونڈتے آجائیں معانی

اللہ رے! کس شیریں زباں کا یہ اثر ہے
بے معنی ہوئی جاتی ہے تفریق لسانی

گفتار میں کیا عزم ہے کیسی ہے بلاغت
کہسار کا ٹھہراؤ ہے دریا کی روانی

خوش بختی اصحابؓ تو دیکھو کہ سنیں جو
اللہ کی تقدیس محمّد کی زبانی

دے دیتے ہیں سرکار کی ناموس پہ جاں تک
آقا کے غلاموں کی ہے یہ رِیت پرانی

احمدؐ کی ثنا رکھو سرِ نطق ہمیشہ
مقصود ہے طاغوت سے گر جان بچانی

نے شرک نہ رندی نہ خیانت نہ خرابات
اُس دورِ جہالت میں وہ بے داغ جوانی

ہر نفس میں پوشیدہ ہیں آفاق اگرچہ
سرکار سے بڑھ کر نہیں خالق کی نشانی

ہر سمت تھی دنیا لیے اک جہل کا طُومار
اس ہمّتِ عالی نے مگر ہار نہ مانی

انسان بدل سکتا ہے انسان کی تقدیر
بعثت سے تھی مقصود یہی بات جتانی

ہمدوشِ ملک ہوتے ہیں اس در پہ طلبگار
آصفؔ تو چہ نادانی کہ اِیں رمز نہ دانی

آصف اکبر (اسلام آباد)

قطرے کو اپنی دید کا دریا عطا کریں
ذرہ ہوں مجھ کو وسعتِ صحرا عطا کریں

دل کو نوید اذنِ حضوری نصیب ہو
آنکھوں کو خاکِ کوئے مدینہ عطا کریں

قالب مرا ہوائے مدینہ میں ڈھال دیں
لمسِ دوامِ گنبدِ خضریٰ عطا کریں

سوز و گدازِ عشق دیں حرفِ نیاز کو
شمعِ خرد کو عشق کا شعلہ عطا کریں

میں بس گدا ہوں آپ کے در کا شہِ زمن
منگتے کو اپنی آل کا صدقہ عطا کریں

دشتِ بلا کی دھوپ ہے اور بےنوا ریاض
رحمت کے سائبان کا سایا عطا کریں

پروفیسر ریاض احمد شیخ (لاہور)

مطمئن دل ہو یا بے قراری رہے، نعت جاری رہے
کیف ان کی محبت کا طاری رہے، نعت جاری رہے

دل کو بھاتی نہیں اور اس کے سوا، اب کوئی کیفیت
آپ کی یاد میں اشک باری رہے، نعت جاری رہے

چھوڑ کر ان کا در، کیوں پھرے دربدر، کیوں ہو بے مستقر
ان کی چوکھٹ پہ ان کا بھکاری رہے، نعت جاری رہے

بہرِ کسبِ کرم، اِس سے بڑھ کر نہیں اور کوئی ہنر
اپنے دامن میں مدحت نگاری رہے، نعت جاری رہے

وجہِ تکریم ہے، مثلِ تسنیم ہے، روحِ تعظیم ہے
اُن سے قائم یہ نسبت ہماری رہے، نعت جاری رہے

ہو میسر اگر روضہء پاک کی حاضری کا شرف
سارے آداب کی پاس داری رہے، نعت جاری رہے

ہم مریضانِ اُلفت کا عارف نہیں اور کوئی علاج
نعت جاری رہے، نعت جاری رہے، نعت جاری رہے

۔۔۔۔محمد عارف قادری

جہاں سارا بنا گرچہ برائے سرورِ عالم
مگر اُس میں سے کُچھ بھی گھر نہ لائے سرورِ عالم

نِگاہِ مصطفیٰ اُٹھے رُخِ قِبلہ بدل جائے
رضائے ربّ ہے یعنی آشنائے سرورِ عالم

اگر مُشکل گھڑی میں فیصلہ مقصود ہوتا تھا
تو سُنتے تھے غُلاموں کی بھی رائے سرورِ عالم

تو اُن ذرّوں سے دِن مہکاؤں اپنے شب کروں روشن
اگر مِل جائے مُجھ کو خاکِ پائے سرورِ عالم

وہ جو نا مطمئن تھا اُس نے بھی آسودگی پائی
نظامِ زندگی کُچھ ایسا لائے سرورِ عالم

زمانے بھر میں لہرایا پھریرا اُن کی عظمت کا
زمیں تا آسماں گونجی ثنائے سرورِ عالم

وہ نعلین مُبارک تاج ٹھہری بادشاہوں کا
پناہِ بے کساں ٹھہری رِدائے سرورِ عالم

مُنوّر دِل کے سب تاریک گوشے کیجیے واجِد
درودِ پاک پڑھ لیجے برائے سرورِ عالم

واجِد امیر (لاہور)

ہے تری سب سے جُدا شان، رسولِؐ عربی!
میں تری شان کے قربان، رسولِؐ عربی!
آپؐ کا کہہ کے پُکارے مجھے ساری دنیا
آپؐ سے ہو مری پہچان، رسولِؐ عربی!
آرزُو ہے کہ کسی روز مدینے پہنچوں
بن کے میں آپؐ کا مہمان، رسولِؐ عربی!
میں گرفتارِ مصائب رہوں آخر کب تک
مشکلیں ہوں مری آسان، رسولِؐ عربی!
نعت کہنے کے لئے، نعت سُنانے کے لئے
ہو عطا لہجۂ حسّانؓ، رسولِؐ عربی!
مجھ سے عاصی کو جو بخشی ہے ثنا کی توفیق
یہ بھی ہے آپؐ کا احسان، رسولِؐ عربی!
تیری سرکار میں اوقات ہی کیا ہے میری
تیرا جبریلؑ ہے دربان، رسولِؐ عربی!
روزِ محشر اُسے کیا پُرسشِ اعمال کی فکر
شمسؔ کے تم ہو نگہبان، رسولِؐ عربی!

صاحبزادہ سیّد شمس الدین شمسؔ گیلانی، گولڑہ شریف

جب تلک آنکھ نم نہیں ہوتی
نعت حضرت رقم نہیں ہوتی

کچھ بھی لکھ لیجیے ثناء کے بغیر
آبروئے قلم نہیں ہوتی

ہجرِ طیبہ بھی ایک نعمت ہے
حاضری ہی اہم نہیں ہوتی

حسرت دیدِ نقشِ پائے رسول
بڑھتی جاتی ہے کم نہیں ہوتی

میرے آقا! بیان اب مجھ سے
داستانِ الم نہیں ہوتی

ہم غلاموں کی خستہ حالی پر
کیوں نگاہ کرم نہیں ہوتی

ان کے خوان کرم کے طالب کو
عرض پیش و کم نہیں ہوتی

رونے والے ہیں خوش نصیب ارسل
سب کو توفیق غم نہیں ہوتی

ارسلان احمد ارسل، لاہور

تیریؐ نسبت کا شرف کر گیا ممتاز مجھے
ورنہ کر دیتا زمانہ نظرانداز مجھے

میں کہ مایوسیوں میں گُم تھا پَر و بال بغیر
تُوؐ نے ہی ایسے میں دی خواہشِ پرواز مجھے

تیریؐ آواز پہ کچھ ایسے کہا ہے لبیک
اب سنائی نہیں دیتی کوئی آواز مجھے

سب یہاں حسرت و حیرت سے مجھے دیکھتے ہیں
کر گیا ذکر ترا لائقِ اعزاز مجھے

تُوؐ نے تو موت کو بھی زیست میں تبدیل کیا
اور جینے کے سکھائے نئے انداز مجھے

شمشیر حیدر، واہ کینٹ

خدا کرے کہ دعا یہ قبول ہو جائے
غلام آپ کے قدموں کی دھول ہو جائے

عطا ہو آپ کے در سے جو میرے پیارے نبی
تو پھر یہ دولتِ دنیا فضول ہو جائے

جہاں کہیں بھی ہو مدحت رسول اکرم کی
وہیں پہ رحمتِ حق کا نزول ہو جائے

یہ معجزہ بھی تو خلق عظیم آپ کا ہے
نگاہ خار پہ ڈالیں تو پھول ہو جائے

عجب کلام ہے ان کا کلام بھی میثم
زباں سے نکلے صحاحِ اصول ہو جائے

۔۔۔۔۔میثم نقوی، واہ کینٹ

مانگی تھی جس نے آپ سے اک اپنے سر کی خیر
بخشی ہے اس کو آپ نے ہر بال و پر کی خیر

آتے نہ گر حضور تو آتی کہاں سے خیر
ہے ان کے سنگِ در سے ہی ہر بام و در کی خیر

آپ آ گئے تو دہر کا نقشہ بدل گیا
بانٹی جہاں میں آپ نے ذوقِ نظر کی خیر

شمس و قمر میں آپ ہی کا نور ہے حضور
بٹتی ہے جگ میں آپ کے حسن نظر کی خیر

صدیقؓ ہوں، عمرؓ ہوں کہ عثمانؓ باحیا
حصے میں سب کے آئی شہِ بحر و بر کی خیر

قربان دو جہان علیؓ کے نصیب پر
جن کو ملی ہے آپ سے "جانِ پدر" کی خیر

شاہوں سے بھی بلند ہے اس شخص کا مقام
مل جائے جس کو نور، محمد کے گھر کی خیر

در در سے مانگنے کی ضرورت نہیں رہی
جب سے ملی ہے نور کو خیرالبشر کی خیر

حافظ نور محمد نور قادری، اسلام آباد

رتبہ ہے ترا خَلق میں بالاؤں سے بالا   اے سیدِ والا!
خالق بھی ترا خود ہے تجھے چاہنے والا   اے سیدِ والا!

رخشاں ہیں ستارے ترے نعلین کے دم سے   قدمین کے دم سے
کونین میں ہر سمت ہوا تجھ سے اُجالا   اے سیدِ والا!

شُہرہ ہے دو عالَم میں ترے جُود و سخا کا   ایثار و وفا کا
دَر سے کبھی تُو نے کسی سائل کو نہ ٹالا   اے سیدِ والا!

رنگ و نَسَب و نسل کی تفریق مٹا دی   توقیر بڑھا دی
اِک صف میں کھڑے کر دئیے ادنیٰ ہوں کہ اعلیٰ   اے سیدِ والا!

ہو بھیک عطا نعتِ ذیشان کے صدقے   حسّان کے صدقے
تا عُمر تری نعت رہے میرا حوالا   اے سیدِ والا!

ہر چند جنیدؔ عاصی و خاطی ہے، بجا ہے   بندہ تو ترا ہے
اب جائے کہاں، تری عنایات کا پالا   اے سیدِ والا!

جنید نسیم سیٹھی، راولپنڈی

قندِ فارسی

طلعتِ روشنئ ماہِ تمام است اینجا
بزمِ خاص است ولے جلوہ عام است اینجا

ایں چہ منزل گہ اُنس است و مقامِ راحت
کہ بہر قلب تمنائے قیام است اینجا

نفحۂ تازہ بجاں لمحہ بہ لمحہ بدھد
بادِ مقصود کہ مصروفِ خرام است اینجا

تشنہ کامے دریں محفل نمی آید بنظر
ہر کسے جام بکف بادہ بجام است اینجا

تا نباشد کسے محروم ز فیضِ ساقی
ساغر و جام و سبو جام بجام است اینجا

مژدہ از من برسانید ہمہ رندان را
روز و شب جشنِ طرب شربِ مدام است اینجا

دمبدم حُسن و جمالش بدہد جلوہ نو
ہر نفس حامل یک تازہ پیام است اینجا

زہے جائے کہ بخوبی شدہ فردوس نظر
جلوہ حسن عیاں از در و بام است اینجا

روحِ بالیدہ شود جان تر و تازہ گردد
اللہ اللہ چہ محمودؔ مقام است اینجا

ابوالفضل سید محمود قادریؒ

تنہا نیامدم بہ اماں گاہِ رحمتت
با کاروانِ گریۂ پیہم رسیدہ ام
عصیاں شعار نیست بعالم کسے چو من
ہستی تو آں کریم کہ من ہم رسیدہ ام
با گردنے زخجالت خمیدہ اے
در پیش گاہِ لُطفِ مجسّم رسیدہ ام
تازنگِ تیرگی زوجودم جُدا شود
در بارگاہِ نیرِ اعظم رسیدہ ام
انورؔ بہ اوجِ کوکبِ بختم نگاہ کن
اندر حضورِ خواجۂ عالم رسیدہ ام
پروفیسر انور مسعود، اسلام آباد

وجہِ وجودِ کون ومکاں سید البشر
رطب اللسان بہ وصفِ تو ھستند بحر و بر

بادِ صبا کنی بہ مدینہ اگر سفر
ہمراہِ خو سلامِ مرا ھم بہ او ببر

ہستم دچارِ گردشِ آشوبِ روزگار
مشتاقِ دید گنبدِ خضریٰ ست چشمِ تر

ای آنکہ قول وفعل تو قرآنِ ناطق است
شق شد بیک اشارۂ انگشت تان قمر

اشکی کہ می چکد بہ فراقت زِ چشمِ من
از شور وشوق وحالِ زبون می دھد خبر

پژمردہ شد زِ فصلِ خزان گلشن حیات
لطفا بدہ زِ نخلِ سعادت بمن ثمر

مثل تو نیست دیگری در جملہ کائنات
"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

این ھم رود بسوی مدینہ زِ فضلِ رب
برقیؔ شود زِ فرصتِ دیدار بہرہ ور

دکتر احمد علی برقیؔ اعظمی، انڈیا

گوشۂ اٹک

جہاں میں جنس محبت کو عام کرتے ہیں
حضور نے جو کیا ہے وہ کام کرتے ہیں

حضور آپ کی سیرت ہے حسن گویائی — سو ہم بھی سب سے ادب سے کلام کرتے ہیں
حضور آپ کی سنت ہے اس لئے ہم بھی — عدو کو خلق و مروت سے رام کرتے ہیں
حضور آپ کے عفو و کرم کے صدقے میں — خوشی سے ترک رہ انتقام کرتے ہیں
حضور آپ نے غربت پسند فرمائی — سو ہم بھی عیش کو خود پر حرام کرتے ہیں
حضور آپ نے غزوات میں بھی شرکت کی — سو ہم بھی تیغ عمل بے نیام کرتے ہیں
حضور آپ کی مدحت خدا کی حمد کے بعد — خدا کے شمس و قمر صبح و شام کرتے ہیں
حضور آپ کے عشاق اہل بیت کے ساتھ — ادب سے ذکر صحابہ کرام کرتے ہیں
سلام شمع رسالت کی ساری کرنوں کو — بعد خلوص بصد احترام کرتے ہیں
ہزار اطلس و کمخاب و جبہ و دستار — حضور آپ کی کملی کے نام کرتے ہیں

سروں پہ راج سپاہ و کلاہ والوں کا
دلوں پہ راج نبی کے غلام کرتے ہیں
نبی کے نام سے آغاز بات ہوتی ہے
بنام آل نبی اختتام کرتے ہیں

مشتاق عاجز، اٹک

جہاں میں تیری ہے ذات اعلیٰ، جہاں میں اک بے مثال تو ہے
جو دل کی دھڑکن میں بس گیا ہے، یقین تو ہے خیال تو ہے

کروڑوں تجھ پہ درود آقا کروڑوں تجھ پہ سلام آقا
مدینے والے! نہیں ہے جس کا، جواب کوئی، سوال تو ہے

عرب، عجم ہیں غلام تیرے، سبھی زمانوں پہ تیری شاہی
لباس سادہ ہے، جو کی روٹی جہاں میں کیا خوش خصال تو ہے

تیرے فضائل بیان کیا ہوں تیرے خصائل رقم ہوں کیسے
ہر اک ادا میں جمیل تو ہے ہر اک صفت میں کمال تو ہے

بڑی محبت سے دیکھیں تجھ کو زمیں کے باسی فلک کے راہی
خدا کی روشن دلیل تو ہے خدا کا عکس جمال تو ہے

ترا تبسم خدا کی رحمت ترا تکلم قرآں کی آیت
کہیں پہ حسن و جمال تو ہے کہیں پہ جاہ و جلال تو ہے

سید تبسم بخاری، فتح جنگ۔ اٹک

خذف ہوں اور جواہر کی کائنات میں
زہے نصیب کہ بزمِ فروغِ نعت میں ہوں
نگاہِ رحمتِ عالم کے التفات میں ہوں
بڑے عظیم سہارے سے ارتباط میں ہوں
میں بے بصر جو مقید حصارِ ذات میں ہوں
پکڑ لوں آپ کا دامن تو شش جہات میں ہوں
ڈھلے گا ہجر حضوری میں یہ یقیں ہے اور
یہ سوچ کر ہی عجب کیف و انبساط میں ہوں
ولائے آلِ نبی ہے تو کیا غمِ طوفاں
ہوں بے ہراس کہ اس کشتیٔ نجات میں ہوں
تری حدیث میں وہ حسن خلق ہے کہ لگے
کہ جیسے مدنظر میں ہی بات بات میں ہوں
بہ فیضِ مدحتِ ممدوحِ خالق کونین
میں بے ثبات بھی اک عالم ثبات میں ہوں

سجاد حسین ساجد، اٹک

زباں مہکتی ہے، قلب و دہن مہکتا ہے
کروں جو ذکرِ نبیؐ تن بدن مہکتا ہے

یہ کس کی خوبیِ و رعنائیِ جلوہ گر دیکھی
چُرا کے خوشبوئیں کس کی چمن مہکتا ہے

یہ تیرے نقشِ قدم کا ہے معجزہ آقا
کہ دشت مہکا ہے، کوہ و دمن مہکتا ہے

کہاں مثال تری کوئی گنبدِ خضرا
کہ تیرے سائے میں باغِ عدن مہکتا ہے

کبھی جو گلشن زہرا کا ذکر کرتا ہوں
حروف عطر بنیں، فکروفن مہکتا ہے

زمین ہو کہ فلک، ذکرِ مصطفی ہو جہاں
فضا مہکتی ہے، سارا گگن مہکتا ہے

زکوٰۃ ملتی ہے انوارِ مصطفی کی جسے
لحد مہکتی ہے اُس کا کفن مہکتا ہے

چلے ہیں عرشِ بریں کو وہ گل بدن احمدؐ
کھلی ہے زلفِ معنبر، زمن مہکتا ہے

پروفیسر سیّد تنویر احمد گیلانی، فتح جنگ ۔ اٹک

شبِ تاریک گئی، گیسوئے جاناں کی قسم
اُن کے آنے سے ضیا ہے مہِ تاباں کی قسم

خاکِ طیبہ پہ ترے پاؤں پڑے تو آقا
مہک اُٹھی ہے فضا سنبل و ریحاں کی قسم

اب مرے دشتِ تمنا میں بھی گل کھلنے لگے
جلوۂ حق کی قسم، بارشِ عرفاں کی قسم

ہر گھڑی لطف و عنایات گنہگاروں پر
مائل رحم و کرم آپ ہیں، رحماں کی قسم

حسنِ یوسفؑ کے بہ ظاہر تو بہت چرچے ہیں
وہ مثال آپ ہیں اپنی شہِ خوباں کی قسم

کتنی پاکیزہ ہے خوش بُوئے مدینہ خاورؔ
عطرِ گیسو کی قسم، عارضِ تاباں کی قسم

خاور چودھری، حضرو۔اٹک

دل و نگاہ کا ایک اک پیام اُن کے نام
میرا اثاثہ سودائے خام اُن کے نام
شہیدِ کرب و بلا کا قیام اُن کے نام
کنارِ آب سلگتے خیام اُن کے نام
عروجِ سدرہ و قوسین ہو کہ ارضِ حرم
تمام اعظم و عالی مقام اُن کے نام
گُل و گُلاب کی نکہت مگن بہ طوفِ نبی
حسیں بہار کا دل کش سلام ان کے نام
وجود و گردشِ سیارگاں ہے جن کے لیے
جمالِ صبح و شفق تاب شام اُن کے نام
ہر اک بیان ِصداقت پہ ثبت جن کی مہر
حروف وصوت وسکوت و کلام اُن کے نام

رفعت اقبال، اٹک (حال اسلام آباد)

معراج النبی
صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

سرحدیں مل گئیں
آسمان اور زمیں اتنے پاس آ گئے
چشمِ ساعت پھٹی کی پھٹی رہ گئی
رات کی پتلیاں
اپنی تقدیر پہ اتنی حیرت زدہ کہ جھپکتی نہیں
عرش پہ نور کی بچھ گئی کہکشاں
اس کی تاریخ میں
اب لکھا جائے گا
اک انوکھا سماں
ساعتِ قرب ہے
جس میں خالق نے اپنی محبت کو اظہار کا رنگ دیا
اور تقدیر کے سب قلم رک گئے
عرش سے فرش کے راستے سج گئے
دم بخود رہ گئی کائناتِ خدا
کیونکہ ایسا ملن اس نے دیکھا نہ تھا
تھام کر اپنی الفت کے اعزاز کو سوئے عرشِ علیٰ
اک بشر چل دیا
چاند تارے جھکے اور جھکتے گئے
ایک نعلین پا معتبر ہو گیا

شازیہ اکبر، فتح جنگ۔ اٹک

سلسلہ ہر اک سخن کا اُس درِ رحمت سے ہے
روشنی یہ روشنائی میں اسی نسبت سے ہے

ساری قدریں گردِ پائے مصطفیٰ کی دَین ہیں
یہ تمدّن اک مدینے کی طرف ہجرت سے ہے

وجہِ تخلیق دو عالم ہیں شہِ ہر دوسراؐ
وقت گویا آپؐ ہی کا اولیں ساعت سے ہے

ضوفشاں عقل و خرد ہیں جب سے سوچا ہے انہیں
جب سے ان کا ہو گیا ہے، دل بہت راحت سے ہے

آپؐ کی خلقت سے جو آغازِ کارِ 'کُن' ہوا
یہ جہاں کا سارا پھیلاؤ اُسی حیرت سے ہے

مجھ پہ بھی آقائے سلمان و ابوذر اک نظر
عشق مجھ کو بھی فقط اس فقر کی دولت سے ہے

سجاد بلوچ، اٹک

نعتیہ قصیدہ

غـزل کہی تو کئی شعـر دل ربا لکھے
پرو کے لفظ مضـامین جاں فـزا لکھے

وہ نظم لکھی کہ حیرت زدہ ہیں فیض وفراز — انوکھی طرز کا انجام اور عجب آغاز
فضا کچھ ایسی بنائی کہ معترف سارے — جو سنگ ہاتھ میں آئے، بنا دیے تارے
میں پھول پتی کو خنجر کی دھار کرتا ہوں — خزاں کی رُت کو ہنر سے بہار کرتا ہوں
میں جاگتے کو سلا دوں کمال میرا ہے — میں دن کو رات بنا دوں کمال میرا ہے
زمیں فلک سے جو چاہوں، ملا بھی سکتا ہوں — میں ایک ذرے کو سورج بنا بھی سکتا ہوں
نگاہِ یار پہ لکھا تو جام کر ڈالا — جو خار زار لیا لالہ فام کر ڈالا
جو غم پہ لکھا قلم سے لہو ٹپکنے لگا — اور آس پاس کا ماحول سر پٹخنے لگا
جو میں نے عشق ومحبت کو نظم میں ڈھالا — تو شہرِ شعروسخن نے کہا بہت اعلا
سیاہ زلف پہ میرا قلم جو اُلجھنے لگا — وفورِ رشک سے راتوں کا دم نکلنے لگا
مرے کمال سے گُل گوں ہوا رُخِ دل دار — مرے غلام ہوئے ہیں فنونِ نقش و نگار
جمالِ یار پہ لکھنے کا وقت جب آیا — تو ایک لشکرِ مضمون بے طلب آیا

اس ایک بات پہ کرتا ہوں اپنی بات تمام
"یہ سب فنون ہیں باطل، یہ سب نقوش ہیں خام"

جو لطف نعت میں آیا وہ پہلے کب آیا — سخن وری کا سلیقہ مجھے تو اب آیا
اب اس کے بعد جو لکھا تو نعت لکھوں گا — ثنائے خواجہِ عالی صفات لکھوں گا
قصیدے لکھے ہیں بے کار بے وفاؤں کے — حضور سرورِ عالم کی بات لکھوں گا
وہ جس کے لطف سے قطرہ سحاب ہوتا ہے — وہ جس کے نام سے کانٹا، گلاب ہوتا ہے
وہ جس کے لمس سے شفاف دل کا آئینہ — دوا کے رنگ میں جس کا لعاب ہوتا ہے

وہ جس کا ذکر دلوں کو سکون دیتا ہے — وہ جس کا نام دعا کام یاب کرتا ہے
وہی کہ جس سے خدا کی رضا ہوئی مشروط — اِسے عزیز، تو وہ انتخاب کرتا ہے
وہ جس کا دوست بہت احترام کرتے ہیں — جو دشمنوں پہ کرم بے حساب کرتا ہے
جو دشمنوں سے لڑائی لڑا تو ہے لیکن — عدو پہ وار سے بھی اجتناب کرتا ہے
جو ایسے رشکِ مسیحا کے دھیان میں گزرے — وہ وقت مایہ و فخرِ حیات لکھوں گا
ورق ورق پہ میں لکھوں گا، نعت لکھوں گا — ہو جس میں فائدہ اپنا وہ بات لکھوں گا
وہ جس نے رحمتِ عالم خطاب پایا ہے — جو بے امان جہاں میں امان لایا ہے
وہ جس نے دشمنِ جاں کو گلے لگایا ہے — جو اپنے خُلق سے سب کو پسند آیا ہے
میں ایسے شیریں سخن کی صفات لکھوں گا — اسی شعار کو اپنی نجات لکھوں گا

اب اس کے بعد جو لکھا تو نعت لکھوں گا

سید نصرت بخاری (کامرہ)

دل و نگاہ میں ہردم ہے جستجوئے رسول
خیال وخواب میں رہتے ہیں کاخ وکوئے رسول
تلاش نقش کف پا میں دن گزرتا ہے
تمام رات مچلتی ہے آرزوئے رسول
مری نظر میں سمٹ آئیں وسعتیں ساری
میں تیرہ بخت جو ہو جاؤں روبہ روئے رسول
ہم ایسے ہجر نصیبوں کو مثل موج صبا
کہاں کہاں لیے پھرتی ہے جستجوئے رسول
ہرایک غنچہ تمنائے دید میں ہے اسیر
چھڑی ہے گلشن ہستی میں گفتگوئے رسول

طاہراسیر،اٹک

میں نے شہرِ مدینہ دیکھا
ایسے جیسے سپنا دیکھا

رنگ و نور کی بارش دیکھی — خوشبوؤں کا میلہ دیکھا
سر سبز و شاداب تھا سورج — سبز تھا چاند کا چہرہ دیکھا
سبز بہاریں روح پہ اتریں — جب بھی گنبدِ خضریٰ دیکھا
اور لواٗ الحمد کی صورت — سبز پھریرا اُڑتا دیکھا
رحمت کی اک سبز ردا کا — کون و مکاں پر سایا دیکھا
سبز فلک پہ جگمگ جگمگ — ایک سنہری تارا دیکھا
جالی کے پیچھے کا منظر — کیا بتلاؤں کیسا دیکھا
جبرائیل نے جو دیکھا تھا — میں نے بھی وہ تارا دیکھا
ہر الجھن میں ہر مشکل میں — راہ دکھانے والا دیکھا
ہر اک آنکھ چھلکتی دیکھی — ہر اک ہونٹ لرزتا دیکھا
پلکوں پر تاروں کی صورت — عصیاں کا کفارہ دیکھا
آنکھوں کے آگے تھا منبر — میں نے خلد کا زینہ دیکھا
اک جانب محراب تہجد — اور اصحاب کا صفہ دیکھا
جس کا عقد خدا نے باندھا — اس جوڑے کا حجلہ دیکھا
آپ کے قدموں کی جانب بھی — جنت کا اک ٹکڑا دیکھا
لختِ دلِ محبوبِ خدا کا — اس جنت میں روضہ دیکھا
اپنی اماں کے پہلو میں — شبر کو آسودہ دیکھا

گنجِ شہیدانِ حمزہ کا — اک جانب نظارا دیکھا

ہر ذرے میں دھڑکن پائی — ہر پتھر کو زندہ دیکھا

ہر اک نقشِ درخشاں گویا — ماضی کا آئینہ دیکھا

کوہِ رماۃ پہ چڑھ کر میں نے — جنگ احد کا نقشہ دیکھا

حضرت مصعب، عبداللہ کو — اس میدان میں سویا دیکھا

حضرت حمزہ کی بالیں پر — ایک کبوتر بیٹھا دیکھا

سانسیں لیتا تھا ہر منظر — ہر اک نقش روانہ دیکھا

صبح کی انگڑائی بھی دیکھی — شام کو کیف میں ڈوبا دیکھا

میں نے شہر مدینہ دیکھا
ایسے جیسے سپنا دیکھا [1]

سید شاکر القادری

۱۔ اس نعت کا مطلع حضرت حفیظ تائب مرحوم کی کی ایک پنجابی نعت کے مطلع:

اکھیں شہر مدینہ ڈٹھا — پر انجے جیوں سفنا ڈٹھا

کی اردو ترجمانی ہے۔۔۔۔شاکر القادری

مدحتِ علی المرتضیٰؓ

علی معیارِ ہے ایماں کا علی تفسیرِ قرآنی
علی کے دم سے حاصل ہے مجھے یہ نورِ ایمانی
تصوف کے چمن کا باغباں ہے کون جز تیرے
کسے زیبا ہے بن تیرے سبھی ولیوں کی سلطانی
جو جلتی ریت پر لختِ جگر تیرا ہوا قرباں
اسی کے خونِ اقدس سے ہے روشن دیں کی پیشانی
علی مرشد، علی آقا، علی ہے پیشوا میرا
علی کے در سے ملتی ہے مری آنکھوں کو تابانی
قلم آزادؔ کا قاصر تری مدحت کو لکھنے سے
کہ تو ہے بابِ شہرِ علم اور میرا ہنر فانی

محمد زکریا آزاد، اٹک

مضامینِ نعت

نعتیہ ادب، انتقادی و تحقیقی سرمایہ پر مبنی مقالات

ڈاکٹر شہزاد احمد۔ کراچی

اذکار و انوارِ ''حدائقِ بخشش''

نعتیہ شاعری کے فروغ میں ''حدائقِ بخشش'' کا مرکزی کردار ہے

ABSTRACT:

The article is a research paper of Shahzah Ahmad containing details of interpretational efforts of different literates in respect of Naatia Poetry of Imam Ahmad Raza Khan of Baraily. Naatia Poetry of the renowned imam had been compiled in a book titled "Hadaaiq-e-Bakhshish". The writer has explained the meaning of name of the book and then introduced different editions and their significance besides pointing out some printing errors. Attention has however been focused upon research work of scholars based upon multidimensional study of "Haaiq-e-Bakhshish".

پاک و ہند میں اردو نعتیہ شاعری پر ''حدائقِ بخشش'' کے بہت گہرے اثرات ہیں۔ پاک و ہند میں ''حدائقِ بخشش'' کے حوالے سے بہت زیادہ کام ہوئے ہیں۔ اب مولانا احمد رضا خاں پر ساری دنیا بالخصوص پاک و ہند میں ایم اے، ایم ایس، ایم فل اور پی ایچ۔ ڈی کے مقالات ہی نہیں بلکہ ڈی لٹ یعنی پوسٹ ڈاکٹریٹ مقالے بھی لکھے جارہے ہیں۔ یہ تمام کام اپنی اپنی جگہ سرمایہ ہیں، مگر وہ حضرات کتنے خوش بخت ہیں کہ جنھوں نے ابتدا میں ہی اس کی ضرورت کو محسوس کر کے کام شروع کر دیا تھا۔

راقم نے ایسے ہی چند مقالہ نگاروں کی یاد کو تازہ کیا ہے۔ اُردو کے پورے نعتیہ ادب میں ہمیں کوئی دوسرا شاعر ایسا نظر نہیں آتا کہ جس نے اپنی نعتوں سے ایک زمانے کو سیراب کیا ہو، جس کے نعتیہ دیوان کی شروحات ایک تسلسل سے لکھی جارہی ہوں۔ اُس کے سلام، بلاغت نظام پر آئے دن نئی نئی تضمینات سامنے آرہی ہوں۔ بلاشبہ پاک و ہند کے شعرائے کرام نے نعتیہ شاعری کو ہر حوالے سے دوام بخشا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی 1857ء سے ایک سال پہلے یعنی 14رجون 1856ء کو بریلی (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔☆[۲] آپ نے کُل 65رسال کی عمر پائی۔ آپ کا وصال ۲۵رصفر المظفر

۱۳۴۰ھ/ 28اکتوبر 1921ء کو بریلی (انڈیا) میں ہوا۔اس حیاتِ مستعار میں آپ نے 55رعلوم وفنون سے سیرابی حاصل کی۔ایک ہزار سے زیادہ کتب چھوٹی بڑی، عربی، فارسی اور اُردو زبانوں میں یادگار چھوڑی ہیں☆[۲]۔ یوں تو آپ کے تمام کام ہی لائق تبریک ہیں۔مگر خصوصیت کے ساتھ قرآن پاک کا اُردو ترجمہ ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن''، فتاویٰ رضویہ کی 12رجلدیں ''العطایاالنبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' (جو تخریج کے ساتھ ۳۰ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے) اور آپ کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' قابلِ ذکر ہیں۔سرِ دست ہماری فکر کا محور صرف ''حدائق بخشش'' ہے۔

''حدائق بخشش'' یقیناً اسرارِ نعت کا بیش بہا خزینہ ہے۔''حدائق بخشش'' کا مطالعہ کرنے والے کبھی تشنہ کام نہیں رہتے۔اگر میں یہ کہوں تو بہت مناسب ہوگا کہ ''حدائق بخشش'' وہ پہلا زینہ ہے جو اپنے شائق کو بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں لے جاتا ہے۔جب شائق اس بارگاہِ عشق میں داخل ہو جاتا ہے تو یہاں پر اسے وہ سب کچھ مل جاتا ہے۔جس کی اُسے تلاش ہوتی ہے۔اس طرح سے یہ پہلا زینہ اُس کے لیے آخری زینہ ثابت ہوتا ہے۔پہلے زینے سے تربیت شروع ہو جاتی ہے۔اُسے تمام انبیائے کرام، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، تابعین وتبع تابعین اور اولیائے کاملین و بزرگانِ دین کی محبت سے سرشار کر دیا جاتا ہے۔

حدائقِ بخشش (۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء)

''حدائق بخشش'' آپ کا نعتیہ دیوان تین حصوں پر مشتمل ہے، جس میں اُردو کے علاوہ فارسی اور عربی میں بھی نعتیں شامل ہیں۔اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار عشاقانِ رسول ﷺ کی فہرست میں ہوتا ہے۔آپ مقبول شعرا کی صف میں شامل ہیں۔آپ کا نعتیہ کلام کافی شہرت کا حامل ہے۔جیسے جیسے شعبۂ نعت کو فروغ مل رہا ہے آپ کی نعتیہ شاعری کی پذیرائی بھی روز افزوں ہے۔ ''حدائق بخشش'' کا سال تصنیف ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء ہے۔اس نعتیہ دیوان کو ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ایک صدی گزر جانے کے باوجود یہ نعتیہ دیوان مقبولیت کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔اس کے اثرات روز بروز نمایاں تر ہوتے جا رہے ہیں۔

نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' ہمہ جہت ہے۔اس کی مختلف جہتوں پر صاحبانِ فکر ونظر نے اپنے اپنے انداز میں کام کیا ہے۔''حدائق بخشش'' کی شروحات بھی لکھی گئی ہیں۔''حدائق بخشش'' کی نعتوں پر تضمینات نگاری ایک تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔بعض شعرا کرام نے سلامِ رضا (مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام) کی تضمین نگاری پر خصوصیت کے ساتھ توجہ دی ہے۔اس کے علاوہ نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش''

کے فکروفن اور شعروسخن پر صاحبانِ شعروادب نے مبسوط مقالات قلم بند کیے ہیں۔

سردست ہمارا موضوع صرف ''حدائقِ بخشش'' کے حوالے سے ہونے والے چند نمایاں کاموں کو سامنے لانا ہے جو بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

اب آئندہ ہم ''حدائقِ بخشش'' کے لفظی مفہوم کو دیکھیں گے۔

''حدائقِ بخشش'' کا لفظی مفہوم

''حدائق'' عربی زبان کا لفظ اسم اور مذکر ہے۔ حدائق کے معنی حدیقہ کی جمع باغات ہیں☆۳۔ جب کہ ''بخشش'' فارسی زبان کا لفظ اسم اور مونث ہے۔ بخشش کے معنی انعام، عطیہ، معافی، عفو، درگزر کے ہیں☆۴۔ ''حدائقِ بخشش'' کے مرادی معنی یہ ہوئے کہ ایسے باغات جو انعام اور عطیہ ہیں معافی عفو اور درگزر کا۔ یعنی ''حدائقِ بخشش'' بلاشبہ بخشش کے باغات کا ایک جہان ہے۔

''حدائقِ بخشش'' کے لفظی مفہوم کے بعد اب ''حدائقِ بخشش'' کی طباعت واشاعت کو دیکھا جائے گا۔

''حدائقِ بخشش'' کی طباعت واشاعت

حضرت رضا بریلوی کی زندگی میں ''حدائقِ بخشش'' نہیں چھپا۔ سب سے پہلے ''حدائقِ بخشش'' کی طباعت واشاعت کے بارے میں شمس بریلوی کی رائے آپ کے سامنے پیش کی جائے گی۔

جب میں نے اس تحقیقی جائزہ کو شروع کیا تو ''حدائقِ بخشش'' کا جو مطبوعہ نسخہ ملا (کہ بازار میں صرف یہی ایک مطبوعہ نسخہ ہے) وہ بے شمار اغلاط سے پُر ہے، میرے پاس یا میرے احباب میں سے کسی کے پاس حضرت رضاؔ کے کلام کا کوئی قلمی نسخہ موجود نہیں ہے اور نہ بریلی سے آپ کے سجادہ نشین حضرت مولانا مولوی مفتی اعظم شاہ مصطفی رضا خاں صاحب دام برکاتہ سے کسی ایسے نسخے کے ملنے کا امکان تھا اس لیے مجبوراً اس راہ میں بھی اپنی فکر کا سہارا لیا۔☆۵

شمس بریلوی ''حدائقِ بخشش'' کے بارے میں مزید معلومات فراہم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حضرت رضا قدس سرہٗ کے وصال کے بعد مکتبہ رضویہ بریلی کے کارپردازوں نے اس کی ترتیب وتدوین کی طرف توجہ کی اور ان ہی کی مساعی سے یہ دیوان زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ بس جیسا اُن کی سمجھ میں آیا اس طرح اس کو مرتب کر دیا اور جیسا کہ ہماری شخصیت پرستی کا شیوہ رہا ہے حضرت رضاؔ کے دیوان کی صحیح اور ادبی ترتیب کی طرف آج تک کسی نے توجہ نہیں کی۔☆۶

مندرجہ بالا رائے کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا نعتیہ

دیوان ''حدائق بخشش'' ان کی زندگی میں شائع نہیں ہوا۔مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر سب سے پہلا سیر حاصل اور مبسوط مقالہ لکھنے کا شرف شمس بریلوی کو حاصل ہے۔مقالہ نگار خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے صحبت یافتہ تھے۔ان کا زیادہ تر وقت انہی حضرات کی معیت میں گزراتھا۔یہ نسبت اور تعلق کسی دوسرے قلمکار کو حاصل نہیں۔یہی وجہ ہے کہ شمس بریلوی کی رائے میں زیادہ وزن ہے۔''حدائق بخشش'' کے حوالے سے شمس بریلوی کی تحقیق درست دکھائی دیتی ہے۔

اب ایک اور محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی رائے کو دیکھا جائے گا۔

''حدائق بخشش'' کے حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی رائے بھی یہی ہے کہ ''حدائق بخشش'' حضرت رضا خاں بریلوی کی زندگی میں نہیں چھپا۔ڈاکٹر مسعود صاحب فرماتے ہیں:

''حدائق بخشش'' حصہ دوم حضرت رضا بریلوی کی زندگی میں نہیں چھپا بلکہ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے بعد مرتب کر کے شائع کیا گیا۔ترقیمے میں اس کی صراحت اس طرح کر دی گئی ہے: اس حصے میں تمام وہ نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جن کی خود نظم وترتیب کے وقت وصیت فرمائی تھی۔ابھی بڑا حصہ کلام کا باقی ہے جو بچپن کا کلام ہے اور دیگر مشاغل علمیہ کے سبب اس پر نظر ثانی نہ فرما سکے۔میں اس کلام کو شائع کر کے یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ان کا بچپن دوسروں کے شباب سے بڑھ چڑھ کر تھا۔☆ ۷

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نے ''حدائق بخشش'' (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) کے حصہ دوم کا طبع اوّل (مطبوعہ حسنی پریس، بریلی ناشر وطابع مولانا حسنین رضا خاں، ''حدائق بخشش'' حصہ اوّل کا قدیم نسخہ مطبوعہ بریلی اور حصہ سوم کا قدیم نسخہ مطبوعہ بدایوں کا بھی ذکر کیا ہے۔مگر سالِ اشاعت پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔البتہ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء یعنی وصال کے بعد مرتبہ دیوان کا ذکر کیا ہے۔

''حدائق بخشش'' کی مندرجہ بالا رائے سے حضرت شمس بریلوی کی رائے کی تائید ہورہی ہے۔ ڈاکٹر مسعود صاحب کی رائے بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔واضح رہے کہ ہر دو حضرات ماہر رضویات اور ثقہ حضرات کی فہرست میں شامل تھے۔ہر دو حضرات کی زندگی فکر رضا یعنی عشق رسول (ﷺ) کی ترویج و اشاعت میں بسر ہوئی ہے۔اب ہم ایک اور محقق مولانا عبدالحکیم شرف قادری مرحوم کو دیکھیں گے۔

مولانا عبدالحکیم شرف قادری مرحوم اپنے ایک مضمون ''امام احمد رضا بریلوی اور ''حدائق بخشش'' (حصہ سوم)''میں فرماتے ہیں (مولانا صاحب نے ۲۶ر صفر المظفر لکھ دیا ہے جب کہ درست ۲۵ر صفر المظفر ہے)

۲۶ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو امام احمد رضا بریلوی کا وصال ہوا،اس وقت تک ان کا بہت سا عربی، فارسی اور اُردو کلام مطبوعہ کتابوں اور (غیر مطبوعہ) بیاضوں میں بکھرا پڑا تھا اسے جمع کرنے

کی طرف مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی نے توجہ فرمائی اور مختلف غزلیں، قصیدے اور اشعار بغیر کسی ترتیب کے ایک مجموعے میں جمع کیے۔ پھر یہ مجموعہ بھی بریلی سے غائب ہوگیا۔

مفتی اعظم مولانا مصطفی رضا خاں فرماتے ہیں:

> پھر یہ مجموعہ بھی غائب ہوگیا۔ میں بہت ہی کم عمر تھا جب یہ مجموعہ میں نے دیکھا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ بدایوں کے بعض اصحاب آئے، مجھ سے مجموعہ دیکھنے کو لیا پھر وہی بدایوں لے گئے یا کیسے غائب ہوا؟ معلوم نہیں۔ وہی مارہرہ شریف پہنچا، یا اس کی نقل اور کب پہنچی؟ ☆۸

''حدائق بخشش'' کے حوالے سے مولانا حسن رضا خاں بریلوی کا توجہ فرمانا۔ مختلف غزلیں، قصیدے اور اشعار بغیر کسی ترتیب کے ایک مجموعے میں جمع کرنا اور پھر اس مجموعے کا بریلی سے غائب ہوجانا، پھر مولانا مصطفی رضا خاں بریلوی نوری کا بیان کہ یہ کیسے غائب ہوا؟

یہ تمام باتیں اس بات کی علامت ہیں کہ ''حدائق بخشش'' مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی حیات میں شائع نہیں ہوا اور نہ ہی اس کی ترتیب مولانا احمد رضا بریلوی کی از خود کردہ ہے۔

اب ہم آئندہ ایک اور محقق، فاضل مقالہ نگار ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی کو دیکھیں گے۔

ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی ریڈر یونی ورسٹی نئی دلّی (انڈیا) نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نعتیہ کلام ''حدائق بخشش'' کی ازسرنو تصحیح و تقدیم کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ''حدائق بخشش'' کا فنی و عروضی جائزہ'' بھی پیش کیا ہے۔ اپنے جائزے میں ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

> خوش نصیبی سے اس وقت ہمارے سامنے وہ مبارک نسخہ موجود ہے جو حضور فاضل بریلوی کی حیات میں حضرت صدر الشریعہ کی زیرنگرانی شائع ہوا تھا۔۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام کی حیات مقدسہ میں ''حدائق بخشش'' کی طباعت کم از کم دو بار ہو چکی تھی۔ لہٰذا یہ کہنا عقلاً و نقلاً کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ ''حدائق بخشش'' (اوّل) کی تدوین کا کام حضرت امام کی حیات میں نہیں ہوا تھا۔☆۹

ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب نے اپنی بات کی تائید میں فتاویٰ رضویہ جلد 12 کے حوالے سے ایک استفتا (استفسار) یعنی مسئلہ اور جواب دونوں کا ذکر کیا ہے۔ شرر صاحب نے مولانا احمد رضا صاحب کی حیات میں طباعت کم از کم دو بار کا ذکر کیا ہے۔ ان دونوں اشاعتوں کی سالِ اشاعت کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اپنی بات کو گمان غالب سے سہارا دینے کی کوشش کی ہے۔ یقیناً یہ بات بھی اپنے پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی اگر ''حدائق بخشش'' کے سالِ اشاعت کے ہونے یا نہ ہونے کا ذکر کر دیا جاتا۔

لہٰذا میری تحقیق کے مطابق مولانا احمد رضا بریلوی کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' ان کی زندگی

میں نہیں چھپا۔ اگر اس بات کو درست بھی مان لیا جائے تو پھر بھی اس دیوان کی درست اور ادبی ترتیب سوالیہ نشان بنی رہے گی۔ اس کی درست اور ادبی ترتیب کی ایک جھلک شمس بریلوی کی مرتب کردہ ''حدائق بخشش'' کی ترتیبِ نو میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جسے دنیائے سنّیت میں کوئی پذیرائی حاصل نہ ہوسکی۔

اب ''حدائق بخشش'' کے مطبوعہ نسخوں کو دیکھا جائے گا۔

''حدائق بخشش'' کے مطبوعہ نسخے

''حدائق بخشش'' کے مختلف مطبوعہ نسخے اکثر گاہے بگاہے شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس وقت میرے پیشِ نظر 27/نومبر 1926ء کو ''حدائق بخشش'' (بارسوم) کا نسخہ موجود ہے۔ جسے رضوی کتب خانہ و دفتر حسنی پریس بریلی نے محمد حسنین رضا خاں ابن مولانا حسن مرحوم کی نگرانی میں شائع کیا ہے۔ ''حدائق بخشش'' کے حصہ اوّل کے شروع کے 4/صفحات موجود نہیں ہیں۔ صفحہ نمبر 5 سے اس کا آغاز ہوا ہے۔ اس کے حصہ دوم پر 1000 جلد، بارسوم اور کاتب بدر رقم نے 1926-11-27 کی تاریخ رقم کی ہے۔ دونوں حصوں کے 80،80/صفحات ہیں۔ یہ ''حدائق بخشش'' دو حصوں اور 160/صفحات پر مشتمل ہے۔☆[10] یہ ''حدائق بخشش'' مجھے صاجزادہ سید وجاہت رسول قادری کی ذاتی لائبریری سے دیکھنے کو ملی تھی۔ اب رضا اکیڈمی بمبئی انڈیا کی شائع شدہ ''حدائق بخشش'' کو دیکھا جائے گا۔

''حدائق بخشش'' رضا اکیڈمی بمبئی (انڈیا) نے آرٹ پیپر پر چار رنگوں میں دیدہ زیب انداز سے شائع کی ہے۔ اسی ''حدائق بخشش'' میں ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی کا تحریر کردہ ''حدائق بخشش کا فنی و عروضی جائزہ'' بھی شامل ہے۔ 368/صفحات پر مشتمل یہ ''حدائق بخشش'' جولائی 1997ء میں شائع کی گئی ہے۔☆[11] کتاب کے ہر صفحے پر خوش نما اور شان دار بارڈر خوب صورتی میں مزید چار چاند لگا رہا ہے۔ پیلی زمین پر ''حدائق بخشش'' کے الفاظ اسوَد رنگ میں بہت واضح ہیں، جس سے کتاب کے حسن میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ راقم نے رضا اکیڈمی بمبئی کی جانب سے شائع ہونے والی ''حدائق بخشش'' کی تسامحات کی جانب اشارا کیا ہے۔ اس نشان دہی کا مطلب دل آزاری یا حوصلہ شکنی نہیں بلکہ آئندہ ان اغلاط کو روکنا مقصود ہے۔ ان اغلاط کی ترویج کی جانب بھی کچھ اشارے کر دیئے ہیں تاکہ انھیں بھی روکا جاسکے۔ ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی کا فاضلانہ اور ادیبانہ فنی و عروضی جائزہ ایک تاریخی کام ہے۔ اس کی جتنی بھی ستائش کی جائے کم ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے فنی اور عروضی حوالے سے شعری نکات کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

رضا اکیڈمی بمبئی کے بعد اب ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کی مطبوعہ ''حدائق بخشش'' کو

دیکھا جائے گا۔

''حدائقِ بخشش'' (حصہ اوّل و دوم) ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، پاکستان، کراچی نے شائع کی ہے جس پر یہ عبارت جلی انداز سے تحریر ہے''اغلاط سے مبرا جدید ایڈیشن''۔ یہ''حدائقِ بخشش'' بھی رضا اکیڈمی بمبئی سے شائع ہونے والی کتاب کا پرتو ہے۔ اس کے تصحیح نگار بھی ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی ہیں۔ 288 صفحات پر مشتمل یہ''حدائقِ بخشش'' 1999ء میں شائع کی گئی ہے۔ ☆[۱۲] ''اغلاط سے مبرا جدید ایڈیشن'' ہماری توجہ کا مرکز ہے۔ بانی رضا اکیڈمی بمبئی محمد سعید نوری نے''حدائقِ بخشش'' کے''پیش لفظ'' میں پوری دنیا میں''حدائقِ بخشش'' کا صحیح نسخہ قرار دیا تو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے اِسے''اغلاط سے مبرا جدید ایڈیشن'' قرار دے دیا۔ مکتبۃ المدینہ کراچی نے بھی اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے اسے شائع کر دیا ہے۔ اب وہی اغلاط کتابی انداز میں محوِ سفر ہیں جو رضا اکیڈمی بمبئی کی شائع کردہ''حدائقِ بخشش'' میں تھیں۔ ان اداروں سے ہماری مؤدبانہ درخواست ہے کہ آئندہ شائع ہونے والے ایڈیشن میں ان اغلاط کو درست کر دیا جائے تو یہ بھی ایک عظیم خدمت ہوگی۔

اب ایک اور''حدائقِ بخشش'' مکتبۃ المدینہ کو دیکھا جائے گا۔

''حدائقِ بخشش'' (حصہ اوّل و دوم) مکتبۃ المدینہ مسجد کھارادر کراچی نے بھی شائع کی ہے۔ دونوں حصے 308 رصفحات پر مشتمل ہیں۔ سالِ اشاعت ندارد ہے۔''حدائقِ بخشش'' کے اندرونی صفحات میں پہلے صفحہ پر''حدائقِ بخشش''(کامل) اور تذکرہ امام احمد رضا کے بعد صفحہ نمبر 13 پر''حدائقِ بخشش'' (مکمل) کے الفاظ درج ہیں۔ یہ''حدائقِ بخشش'' کسی طور پر بھی کامل اور مکمل نہیں ہے۔ اس میں حصہ سوم کی نعتیں بھی شامل نہیں۔ یہ بھی''حدائقِ بخشش'' کا وہی نسخہ ہے جس کے تصحیح نگار ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی ہیں۔☆[۱۳] مگر یہاں پر ڈاکٹر شرر صاحب کا نام نہیں دیا گیا ہے کیوں کہ اس میں بھی وہی اغلاط ہیں جو''حدائقِ بخشش'' رضا اکیڈمی بمبئی اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں شامل ہیں۔ اس''حدائقِ بخشش'' کے اندرونی سرورق پر مولانا احمد رضا بریلوی کی غلط سال وفات کا ذکر ہے۔ اس صفحہ کی عبارت دیکھئے۔ (المتوفی ۱۳۴۰ھ بمطابق 1941ء) ابتداء میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ غلطی سہواً ہوگئی ہے۔ مگر اس کتاب میں ''حدائقِ بخشش'' کی نعتوں سے پہلے''تذکرہ امام احمد رضا'' کے نام سے تفصیلی تعارف موجود ہے۔ اسی تذکرہ میں آگے چل کر صفحہ 10 پر وفات''حسرتِ آیات'' کے عنوان سے سال وفات کو پھر اسی انداز سے دُہرایا گیا ہے۔ (۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ 1941ء) وصال کی درست تاریخ ملاحظہ کیجیے۔ وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ 28 راکتوبر 1921ء بریلی ہے۔

''حدائقِ بخشش'' کے مختلف مطبوعہ نسخے آپ نے دیکھے۔ اب آئندہ''حدائقِ بخشش'' کی بعض

تسامحات کو دیکھا جائے گا۔

’’حدائقِ بخشش‘‘ کی بعض تسامحات

’’حدائقِ بخشش‘‘ (مطبوعہ، رضا اکیڈمی بمبئی (انڈیا) جولائی 1997ء) میں دو تسامحات وہ ہیں کہ جن کی نشاندہی بہت ضروری ہے تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی درستگی ہوسکے۔ یہ دونوں اغلاط ایسی ہیں کہ جن سے کلامِ رضا کا حسن ماند پڑ رہا ہے۔ کتاب یقیناً سفر کرتی ہے۔ اس کے نا جانے کتنے ایڈیشن شائع ہو کر پوری دنیا میں پہنچ چکے ہوں گے۔ جب کہ اس کی تتبع میں کئی اداروں نے متذکرہ ایڈیشن کو چھاپ بھی دیا ہے۔ ہنوز یہ سلسلہ دراز ہے۔

اوّلاً ’’حدائقِ بخشش‘‘ کے صفحہ 55 پر اعلیٰ حضرت کی یہ نعت شائع ہوئی ہے:

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

اس نعت کا قافیہ کھائے، جائے، اٹھائے، جگائے ہے جب کہ اس کی ردیف ’’کیوں‘‘ ہے۔
مطبوعہ ’’حدائقِ بخشش‘‘ میں تیسرا شعر اس طرح سے درج ہے۔ خط کشیدہ لفظ کو غور سے دیکھیں:

بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہی غریب کو
روئیں جو اب نصیب کو چین کہو <u>گنوائیں</u> کیوں

اس شعر میں قافیہ بدل کر ’’گنوائیں‘‘ ہوگیا ہے۔ جب کہ اس کا قافیہ ’’گنوائے‘‘ ہونا چاہیے۔ کیوں کہ مکمل نعت ایک ہی قافیہ و ردیف کھائے کیوں، جائے کیوں میں ہو رہی ہے۔ تو اسے بھی ’’گنوائے کیوں‘‘ ہونا چاہیے۔

ثانیاً ’’حدائقِ بخشش‘‘ کے صفحہ 110 پر یہ نعت شائع ہوئی ہے۔

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جانِ مُراد اب کدھر ہائے تیرا مکان ہے

اسی نعت میں آگے چل کر صفحہ 111 پر آٹھواں شعر ان الفاظ میں درج ہے:

<u>تجھ</u> سا سیاہ کار کون اُن سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے

خاکم بدہن خط کشیدہ لفظ کی وجہ سے یہ شعر ذو معنی ہوگیا ہے۔ یہاں پر اعلیٰ حضرت کا مقصود ہے،

''مجھ ساسیاہ کارکون، اُن ساشفیع ہے کہاں''۔ ''حدائقِ بخشش'' کے دیگر نسخوں میں لفظ ''مجھ'' بھی درج ہے۔ راقم کی تحقیق کے مطابق یہاں لفظ ''مجھ'' ہی درست ہے۔ اس ضمن میں مزید دو حوالے پیش کر رہا ہوں۔

اس نعت میں لفظِ ''مجھ'' استعمال کرنے والوں میں دو نام شامل ہیں۔ اوّلاً حضرت شمس بریلوی نے اپنی مرتبہ ''حدائقِ بخشش'' (مطبوعہ، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، 1976ء) کے صفحہ نمبر 138 اور ثانیاً سخن رضا مطلب ہائے ''حدائقِ بخشش'' کے شارح مولانا صوفی محمد اوّل قادری (مطبوعہ مکتبہ دانیال، اُردو بازار لاہور، 1992ء) نے صفحہ 197 پر لفظ ''مجھ'' ہی استعمال کیا ہے۔ یہی لفظ موقع محل اور شعری ضرورت کے حوالے سے درست دکھائی دیتا ہے۔

ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی کی مرتبہ ''حدائقِ بخشش'' کے علاوہ اور بھی اداروں سے شائع ہونے والی ''حدائقِ بخشش'' میں لفظ ''تجھ'' ہی کی کارفرمائی موجود ہے۔

''حدائقِ بخشش'' کی بعض تسامحات کے بعد اب آئندہ ''حدائقِ بخشش'' کے حوالے سے ہونے والے مختلف النوع کاموں کو دیکھا جائے گا۔

''حدائقِ بخشش'' اور شانِ رسالت

''حدائقِ بخشش''، کا عمیق وسرسری مطالعہ درحقیقت رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لے جاتا ہے۔ شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بہ زبانِ اعلیٰ حضرت بیان ہوتی ہے۔ تو اس کے آثار وثمرات ضرور نمایاں ہوتے ہیں۔ ''حدائقِ بخشش''، کے فیوض و برکات جن حضرات پر آشکارا ہوئے۔ اُن کی ایک طویل فہرست ہے۔ اِن حضرات میں سے صرف چند کے نام اُن کے کام کی روشنی میں پیش خدمت ہیں۔ یہ وہ قابلِ قدر ہستیاں ہیں کہ جنھیں حقیقی شہرت اس نعتیہ کلام ''حدائقِ بخشش''، کے وسیع مطالعہ اور مستقل غواصی سے حاصل ہوئی ہے۔

''حدائقِ بخشش''، کے حوالے سے اب ہم اس سلسلے میں ہونے والے اوّلین کام دیکھیں گے۔

وثائقِ بخشش (حصہ اوّل) شرح حدائقِ بخشش-فروری 1976ء

''وثائقِ بخشش (حصہ اوّل) شرح حدائقِ بخشش''، مولانا ابوالظفر غلام یٰسین رازؔ امجدی اعظمی مرحوم کی تصنیف لطیف ہے۔ جس کے ناشر مکتبہ امجدیہ دارالعلوم قادریہ رضویہ ملیر سعود آباد کراچی ہیں۔ فروری 1976ء میں شائع ہونے والی یہ شرح 286 صفحات پر مشتمل ہے۔☆[۱۴]

مفتی غلام یٰسین راز امجدی اپنی شرح وثائقِ بخشش کے ''دیباچہ'' میں رقم طراز ہیں:

فاضل بریلوی کے نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش'' کی شرح اپنے چند طلبہ کے اصرارِ پیہم پر چند اشعار کی شرح اپنے اساتذہ کے پسند فرمانے کے بعد شروع کی جس میں مجھے کافی کاوشیں کرنی پڑیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اعلیٰ حضرت کے کلام کا مفہوم آسانی سے سمجھا جاسکے۔☆۱۵

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش'' کے حوالے سے یہ پہلی شرح ہے۔ جس کے منتخب اشعار ''وثائقِ بخشش شرح حدائقِ بخشش'' کے نام سے سامنے آئے ہیں۔ اشعار کی شرح کے حوالے سے مفتی راز امجدی نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت جامع انداز میں اپنے خیالات کو پیش کیا ہے۔ ''حدائقِ بخشش'' کی تفہیم کے حوالے سے یہ اوّلین کاوش انفرادیت کی حامل ہے۔ ''وثائقِ بخشش (حصہ اوّل) شرح حدائقِ بخشش'' منتخب اشعار کی شرح ہونے کے باوجود کافی حد تک ''حدائقِ بخشش'' کی فکر سے آشنا کردیتی ہے۔

''وثائقِ بخشش شرح حدائقِ بخشش'' کے بارے میں مولانا عبد المصطفیٰ ماجد الازہری مرحوم اپنی ''تقریظ مبارک'' میں فرماتے ہیں:

میں نے بھی اس شرح کو سنا ہے اور خیال ہے کہ معانی و مطالب سمجھانے کی یہ پہلی کامیاب کوشش ہے۔ شعرا، ادبا اس پر تنقیدی و تعمیری نظر ڈال کر بہترین رہنمائی کرسکتے ہیں۔☆۱۶

''وثائقِ بخشش شرح حدائقِ بخشش'' بلاشبہ اپنے موضوع کے حوالے سے ایک عمدہ کوشش ہے۔ جس کی اوّلیت کا افتخار اور اختصار ہر دور میں نمایاں رہے گا۔

اب ''حدائقِ بخشش'' کے ضمن میں ایک اور فاضل محقق ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کو دیکھا جائے گا۔

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق اپنی کتاب ''اُردو کی نعتیہ شاعری/ 1974ء'' میں ''حدائقِ بخشش'' کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

آپ کی ''حدائقِ بخشش'' ہر دو حصص ایک ایسی متاعِ بے بہا ہے جس پر اُردو شاعری ہمیشہ ناز کرے گی۔ حضرت رضا کی نعتیں سادہ، سہل، عام فہم، سوز و گداز قلب اور عاشقانہ جذبات سے مملو ہوتی ہیں۔ فنی نقطہ نظر سے بھی مشکل زمینوں میں بندش و تراکیب اور قدرتِ فن کا سارا حسن رکھتی ہے۔☆۱۷

کلامِ رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ جولائی 1976ء

کلامِ رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ حضرت شمس بریلوی مرحوم کی تصنیف ہے۔ جسے مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی نے شائع کیا ہے۔ جولائی 1976ء میں شائع ہونے والی یہ

کتاب 572 صفحات پر مشتمل ہے۔☆۱۸

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور ادبی جائزہ معروف جائزہ نگار شمس بریلوی کی ندرت نگاری کا آئینہ دار ہے۔جس میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری کے ہر پہلو کو نمایاں اور اس کے ادبی مقام کو پیش کیا گیا ہے۔

اس تحقیقی اور ادبی جائزہ کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں نعتیہ کلام پر جائزہ کے علاوہ ''حدائق بخشش'' کامل اور حصہ سوم کے منتخبات بھی شائع کیے گئے ہیں۔اس مقالہ کی دوسری خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری پر سب سے پہلا مقالہ ہے،جس میں فکرِ رضا کی انفرادیت اور نعتیہ سرمایہ شعروسخن کو نئے انداز میں سے پیش کیا گیا ہے۔جس سے مقالہ نگار کی موضوع سے مطابقت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت شمس بریلوی اپنے مقالے کی بابت کہتے ہیں:

> میں نے بقدرِسلیقہ اور اپنے مبلغ علم کے سہارے کچھ عنوانات قائم کر کے انھی عنوانات کے تحت آپ کی شاعری کا جائزہ لیا ہے۔اور حضرت احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری کے ہر ہر پہلو پر تفصیل سے لکھا ہے اور اس ادبی جائزہ میں میں منفرد ہوں کہ اعلیٰ حضرت کی شاعری اور حضرت احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی ''نعتیہ شاعری'' نامی کتابچوں نے جو ایک سرسری تعارف کی رسم ادا کی تھی میں نے اس کے تکملہ کی کوشش کی ہے۔☆۱۹

مندرجہ بالا سطور کی روشنی میں یہ بات حقیقت سے قریب ہے کہ فاضل مقالہ نگار نے اپنے منتخب کردہ موضوع کا حق ادا کیا ہے۔جب کہ اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے بعض نئے گوشوں کو بھی اجاگر کیا ہے۔اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری پر کام کرنے والوں کے لیے یہ مقالہ سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں اب ایک اور بالغ نظر نقاد و ادیب پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کو دیکھا جائے گا۔ پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی کتاب ''اُردو کی نعتیہ شاعری/ 1974ء''میں رقم طراز ہیں:

> مولانا صاحب شریعت بھی تھے اور صاحب طریقت بھی۔صرف نعت وسلام اور منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی و دل سوزی کے ساتھ کہتے تھے۔سادہ و بے تکلف زبان اور برجستہ وشگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ان کے نعتیہ اشعار اور سلام سیرت کے جلسوں میں عام طور پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔☆۲۰

امامِ نعت گویاں-1977ء

''امام نعت گویاں'' سیّد محمد مرغوب المعروف مولانا اختر الحامدی ضیائی مرحوم کی تصنیف ہے۔

جسے مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال نے شائع کیاہے۔ 1977ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب 144رصفحات پر مشتمل ہے۔☆۲۱

متذکرہ مقالہ مولانا احمد رضاخاں بریلوی کے نعتیہ کلام کی فنی خوبیوں پر مشتمل ہے۔ یہ مقالہ صفِ اوّل کے ان مقالوں میں شمار کیا جاتا ہے، جو آپ کی شاعری کے حوالے سے اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ امامِ نعت گویاں میں اختر الحامدی نے اعلیٰ حضرت کے کلام کا مختصر مگر جامع تعارف کرایا ہے۔اس کے علاوہ حضرتِ رضا کے کمالاتِ شاعری پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

اختر الحامدی اپنی کتاب کی بابت رقم طراز ہیں:

اگرچہ کتاب ''امامِ نعت گویاں'' اس نابغۂ روزگار کے کُل محاسن شعری کا احاطہ نہیں کرسکی ہے، پھر بھی احقر نے باوجود علالت ومصروفیت بعض ایسے نقوش کو اجاگر کیا ہے اور جو قابل توجہ ہیں۔ میری یہ کوشش ''نقشِ اوّل'' ہے ''نقشِ آخر'' نہیں۔☆۲۲

امامِ نعت گویاں کے حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم اپنی ''تقدیم'' میں کہتے ہیں:

حضرت رضا بریلوی کی شاعری پر لکھنے کے لیے جناب اختر الحامدی جیسے صاحب نسبت جلیلہ فاضل کی ضرورت تھی۔پیشِ نظر مقالہ میں انھوں نے حضرت رضا کے کلام میں حسنِ تغزل، مضمون آفرینی، رعنائی خیال، جدتِ تخیل، برجستگی اور نشست اوّل الفاظ، روزمرہ ومحاورہ، سلاستِ زبان وبیان، تشبیہات واستعارات، صنائع لفظی ومعنوی وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔اصنافِ سخن میں نعت کے علاوہ قصیدہ اور رباعی کا بھی ذکر کیا ہے اور اس انداز سے کہ حضرتِ رضا کے کمالاتِ شاعری کا دل پر نقش مرتسم ہوجاتا ہے۔☆۲۳

متذکرہ کتاب کی بابت پروفیسر محمد عبدالسمیع ضیاؔ چشتی سیالوی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

انھیں مساعی مشکورہ میں زیرِ نظر کتاب ''امامِ نعت گویاں'' بھی ہے۔جس کا موضوع ''حدائق بخشش'' کی صوری معنوی خوبیاں بیان کرکے حضرت رضاؔ بریلوی کو فنِ نعت گوئی کا امام ثابت کرنا ہے۔☆۲۴

مندرجہ بالا آرا کی روشنی میں حضرت اختر الحامدی کی کتاب امام نعت گویاں کی افادیت اور اہمیت مزید دوچند ہوجاتی ہے۔

اِسی تناظر میں اُردو نعتیہ ادب کے سب سے پہلے محقق پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کو دیکھا جائے گا۔

پروفیسر ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق اپنے تحقیقی مقالے ''اُردو میں نعتیہ شاعری/ 1976ء''میں فرماتے ہیں:

مولانا کے دیوان ''حدائق بخشش'' کے تین حصے ہیں اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا ہے یہ دیوان شروع سے آخر تک ایسی محبت اور عقیدت سے بھرا ہوا ہے کہ ایک دیندار اگر اسے اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھے تو کوئی بعید نہیں ہے۔☆۲۵

سخن رضا مطلب ہائے حدائق بخشش -1992ء

''سخن رضا مطلب ہائے حدائق بخشش'' کے شارح مولانا صوفی محمد اول قادری رضوی سنبھلی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دیوان کی مختصر تشریح کے حوالے سے یہ کتاب بڑے سائز میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے صفحات 432 اور ناشر مکتبہ دانیال غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور ہیں۔ کتاب پر سالِ اشاعت ندارد ہے، مگر پیش لفظ میں جگہ جگہ عبارتوں سے سالِ اشاعت 1992ء کو ظاہر کیا گیا ہے۔☆۲۶

ایم طفیل نے اس کتاب کا ''پیش لفظ'' لکھا ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

برصغیر میں مذہبی اقدار کے فروغ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبات دلوں میں موجزن کرتے اور بالخصوص محافل میلاد کے ذوق وشوق میں حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کی خدمات چندے آفتاب و چندے ماہتاب ہیں اور مولانا محمد اوّل شاہ کی طرف سے ان کی تصانیف کی شرح دراصل سلام مصطفٰے از احمد رضا شرح محمد اوّل اعلیٰ حضرت بریلوی کے لیے ان کے دلی جذبات وعقیدت ومحبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔☆۲۷

صوفی محمد اوّل صاحب نے سخن رضا مطلب ہائے ''حدائق بخشش'' کے اشعار کو بہت سلیقہ سے سجایا ہے۔ اس مختصر تشریح کی ترتیب ایک نظر میں ملاحظہ کیجیے۔ سب سے پہلے اشعار دیے گئے ہیں اس کے بعد ''مشکل الفاظ کے معنی'' اور پھر مطلب اِشعار بیان ہوئے ہیں۔ ''حدائق بخشش'' کی تفہیم کے حوالے سے یہ ایک اور قابل قدر کوشش ہے۔ اول صاحب نے اشعار کی تشریح میں اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ لغوی حوالے سے اشعار کی تشریح بیان کی ہے۔ مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات کے سب سے پہلے شعر کا مطلب اِشعار ملاحظہ کیجیے:

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

مطلب اشعار: ہمہ وقت ہر جگہ یاالٰہی تیری بخشش میرے ساتھ ہو۔ میں اگر کسی مشکل میں پھنس

جاؤں تو شاہ مشکل کشا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد مشکل کشائی کا ساتھ ہو۔☆۲۸

اوّل صاحب نے پوری کتاب میں یہی انداز برقرار رکھا ہے۔ مشکل الفاظ کے معنی زیادہ اہتمام سے دیے گئے ہیں، جن سے اشعار سمجھنے میں کافی آسانی ہوتی ہے۔

نعتیہ ادب کے ایک اور اہم محقق و تذکرہ نگار پروفیسر سیّد محمد یونس شاہ گیلانی کو دیکھا جائے گا۔

پروفیسر سیّد محمد یونس شاہ گیلانی اپنی کتاب ''تذکرہ نعت گویان اُردو/ 1984ء'' (جلد دوم) میں کہتے ہیں:

مولانا کی نعت میں زبان کا استعمال نہایت خوب ہے، الفاظ و معانی کے رموز سے واقف تھے اس لیے پیرایہ اظہار کے لیے کہیں دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا، جگہ جگہ قرآن و حدیث کے حوالے بھی اشعار میں پائے جاتے ہیں۔ عشق و محبت کے راز و نیاز، حقائق و معارف، مضامین نبوت والوہیت کے امور کو بڑی خوبی سے ادا کیا ہے۔☆۲۹

شرح سلام رضا - جون 1993ء

''شرح سلامِ رضا'' کے شارح مفتی محمد خان قادری ہیں۔ مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ 205/شادمان لاہور نے اسے شائع کیا ہے۔ اس کی اشاعت اوّل جون 1993ء اور اشاعت دوم 1994ء میں ہوئی۔ 586/صفحات پر مشتمل یہ شرح ''مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔☆۳۰

مفتی محمد خان قادری ''شرح سلامِ رضا'' کے حوالے سے اپنے ''پیش لفظ'' میں رقم طراز ہیں:

یہ سلام پہلے بھی پڑھا اور سنا تھا مگر اب اس سلام سے جو والہانہ لگاؤ اور وابستگی ہوئی اس کے بیان کے لیے الفاظ نہیں۔ فی الفور کیا کہ شاہکار ربوبیت میں ہر عضو مصطفوی پر مختلف مرویات کے بعد آپ کا متعلقہ شعر بھی شامل کر دیا تا کہ قارئین لذت و حلاوت پانے کے ساتھ ساتھ اس سلام کے علمی پہلوؤں سے بھی آگاہ ہوں اور انھیں یہ اندازا ہو کہ اس سلام کا موجد و خالق علم و عرفان کے کتنے بلند مقام پر فائز ہے۔ اسے اپنے آقا کریم سے کتنی محبت و شیفتگی ہے۔ اس نے صورت و سیرت مصطفوی کا کتنی گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کیا ہے۔☆۳۱

''شرح سلامِ رضا'' کے شارح مفتی محمد خان قادری کی غرض و غایت آپ نے ملاحظہ کی۔ یہ ''شرح سلامِ رضا''، یعنی ''مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' اعلیٰ حضرت کے کام، کلام اور سلام کو سمجھنے کے لیے بہت مفید اور معاون ہے۔ اس شرح کے حوالے سے مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی مرحوم اپنی ''تقدیم'' میں فرماتے ہیں:

ہمارے جواں سال اور عالی ہمت دوست مولانا مفتی محمد خان قادری سلامِ رضا کی شرح لکھنے میں مصروف ہیں، ان کے بعد اس عنوان پر مزید کام کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔☆ ۳۲

مفتی محمد خان قادری کی ''شرح سلامِ رضا'' کی بہت ساری خصوصیات ہیں۔ اولاً مفتی صاحب کا طرزِ تحریر بہت رواں ہے۔ ترتیب میں پہلے شعر پھر اس کے الفاظ و معنی دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض اشعار کو نہایت تفصیل سے اور عالمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ صرف شرح نہیں بلکہ عشق رسول ﷺ کی ایک موٴثر تحریک ہے۔

مرصع اور سحر انداز تحریر لکھنے والے پروفیسر محمد اقبال جاوید کی رائے کو دیکھا جائے گا۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید اپنے مرتبہ انتخابِ نعت ''مخزنِ نعت/ 1979ء'' میں یوں رقم طراز ہیں:

تغزل کی نشتریت میں چھپا ہوا، عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو والہانہ پن، مولانا کی شخصیت اور شاعری میں نظر آتا ہے اس نے ان کی نعت گوئی کو ایک مستقل ادبی حیثیت دے دی ہے کیوں کہ وہی فن پارہ عظیم ہوتا ہے جو فن کار کی شخصیت کا سچا اور اُجلا عکس ہو۔☆ ۳۳

الحقائق فی الحدائق المعروف شرح حدائق بخشش - اپریل 1994ء

''الحقائق فی الحدائق المعروف شرح حدائق بخشش'' کے شارح مولانا محمد فیض احمد اویسی مرحوم ہیں۔ ''شرح حدائق بخشش'' کی پہلی جلد 1994ء میں مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ پہلی جلد 368 صفحات پر مشتمل ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور خود شارح نے اس پر مضامین لکھے ہیں۔☆ ۳۴

مولانا محمد فیض احمد اویسی معروف اور مشہور عالم دین تھے۔ ''شرح حدائق بخشش'' کے حوالے سے 25/ جلدیں تحریر فرمائی تھیں۔ جس میں سے 14/ جلدیں اشاعت پزیر ہو چکی ہیں۔☆ ۳۵ 9/ جلدیں ہنوز تشنہ طبع ہیں۔ مولانا فیض صاحب کا اندازِ تحریر طوالت لیے ہوئے ہے۔ عالم دین ہونے کے سبب اسلوبِ نگارش صرف عالمانہ ہی نہیں بلکہ اکثر مناظرانہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ ایک عام آدمی کے لیے تو یہ سب چیزیں بہت زیادہ طوالت لیے ہوئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا اویسی صاحب نے ''شرح حدائق بخشش'' کی تشریح و تفہیم کے لیے ہر مناسب اور رائج طریقہ کار کو اپنایا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مرحوم اپنی ''تقدیم'' میں فرماتے ہیں:

''حدائق بخشش'' کی مکمل و مبسوط شرح میرے علم میں نہیں، اس سلسلے میں اوّلیت کا سہرا حضرت علامہ فیض احمد اویسی دامت برکاتہم کے سر معلوم ہوتا ہے۔۔۔ علامہ اویسی صاحب نے کلام رضا

کے جن پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے وہ ایک ادیب و دانش ور کے لیے ممکن نہ تھے۔☆۳۶

مولانا محمد فیض احمد اویسی ''شرح حدائق بخشش'' کے حوالے سے معلومات بہم پہنچاتے ہوئے فرماتے ہیں:

> دورانِ تصانیف ایک دن خیال آیا کہ ''حدائق بخشش'' کی شرح بھی لکھ ڈالوں۔اس میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سمندر موجزن ہے۔ممکن ہے فقیر کو اسی سے ایک بوند نصیب ہو جائے۔☆۳۷

مولانا اویسی صاحب پہلے اعلیٰ حضرت کی نعت کا شعر دیتے ہیں۔اس کے بعد ''حل لغات'' کے طور پر معنی و مفاہیم مختصراً دیتے ہیں۔پھر اس کی ''شرح'' بیان کرتے ہیں۔موضوع سے متعلق قرآنِ کریم اور احادیث مبارکہ کے انبار لگا دیتے ہیں۔بعض جگہ علمی انداز، عقلی انداز اور منطقی انداز کو بھی پیش کرتے ہیں۔بزرگانِ دین کے اقوال و قصائص کو بھی بے تکان بیان کرتے ہیں۔

''شرح حدائق بخشش'' کی جلد دوم اس وقت میرے پیش نظر ہے۔اس میں اعلیٰ حضرت کی کُل ایک حمد اور پانچ نعتوں کی تشریح و تفصیل 368 صفحات میں بیان کی گئی ہے۔صفحات کی تعداد سے مولانا اویسی صاحب کی زود بیانی کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔مولانا صاحب کا طرزِ تحریر دلچسپ اور معلوماتی ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔مگر عصر حاضر میں ضرورت صرف ایسے شارح کی ہے جو غالب و اقبال کو ایک ایک جلد کی صورت میں میسر آئے ہیں۔''حدائق بخشش'' کی شرح بھی مفہومی انداز میں صرف ایک جلد پر مشتمل ہونا چاہیے تا کہ ایک زمانہ ''حدائق بخشش'' سے فیض یاب ہو سکے۔''شرح حدائق بخشش'' کی جلدوں کی تعداد پڑھنے والے کو امتحان سے دو چار کر دیتی ہے۔

اب ایک اور فاضل محقق ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی کو دیکھا جائے گا۔

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے ''اُردو شاعری میں نعت گوئی/ 1991ء'' میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> شیدائے رسول مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ذکر کے بغیر اُردو کی نعتیہ شاعری کا تصور محال ہے آپ کی ''حدائق بخشش'' ہر دو حصص ایک ایسی متاعِ بے بہا ہے، جس پر اُردو شاعری ہمیشہ ناز کرے گی۔☆۳۸

انتخاب ''حدائق بخشش'' -1995ء

انتخاب ''حدائق بخشش'' حضرت رضا بریلوی کے مرتب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم ہیں۔

اس انتخاب کے ناشر سرہند پبلی کیشنز کراچی (سندھ) ہیں۔ 320 صفحات پر مشتمل یہ انتخاب 1995ء میں شائع ہوا۔ ☆۳۹

ڈاکٹر مسعود احمد کا مرتبہ انتخاب ''حدائقِ بخشش'' ایک عمدہ کاوش ہے جسے انتہائی خوب صورتی اور نفاست سے شائع کیا گیا ہے۔اس کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے۔ابتدائیہ،حضرت رضا بریلوی ایک نظر میں، حضرت رضا بریلوی دانش وروں کی نظر میں، جاں نثاری و فدا کاری، سرمستی و سرشاری، حسان بن ثابت دربارِ رسالت میں، انتخاب ''حدائقِ بخشش'' (نعتیہ کلام کا انتخاب) غزلیات،قصائد، رباعیات، آئینہ حضرت رضا بریلوی، تعارف حضرت رضا بریلوی، حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری اپنے آئینے میں، اختتامیہ، مناجات رضا۔

ڈاکٹر مسعود صاحب ماہر رضویات کے طور پر معروف تھے۔ساری زندگی عشق رسول کے پیغام کو بہ زبان اعلیٰ حضرت بیان کرتے رہے۔یہ انتخاب فکر رضا کی مسلسل ریاضت کا آئینہ دار ہے۔''حضرت رضا بریلوی ایک نظر میں''، معلومات افزا کاوش ہے۔''حضرت رضا بریلوی دانش وروں کی نظر میں'' خاصہ کی چیز ہے۔جس میں مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے مشاہیر نے مولانا احمد رضا بریلوی کے فکر و فن کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔''جاں نثاری و فدا کاری'' کے عنوان سے سورہ توبہ کی آیت 24 پیش کی گئی ہے جس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم جہاد کو واضح کیا گیا ہے۔''حضرت حسان بن ثابت دربار رسول میں'' کے حوالے سے شرح شمائل ترمذی شریف اور ابو داؤد شریف کی وہ حدیث نقل کی گئی ہے جس میں سیدنا حسان بن ثابت کے لیے مسجد نبوی میں منبر رکھا جاتا تھا جس پر آپ کھڑے ہو کر نعت مصطفی بیان کرتے تھے۔اس کے بعد انتخاب ''حدائقِ بخشش'' کا نعتیہ کلام شروع ہوتا ہے۔

ڈاکٹر مسعود صاحب اپنے اختتامیہ میں اپنے اس انتخاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

> وہ بہر حال اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلیے راقم نے قلم اُٹھایا اور بحمد اللہ تعالیٰ نومبر 1993ء میں یہ نتخاب مرتب ہو گیا۔اس انتخاب کے لیے بریلی شریف کے قدیم نسخے سامنے رکھے گئے تاکہ غلطیوں کا زیادہ احتمال نہ رہے۔☆۴۰

ڈاکٹر مسعود صاحب کے انتخاب کے بارے میں ڈاکٹر شررصاحب نے جن فروگزاشتوں کا ذکر کیا ہے وہ درست ہیں۔آئندہ ایڈیشن میں اس کو درست کیا جاسکتا ہے۔

اب آئندہ ایک اور محقق نعت ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری کو دیکھا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری اپنے تحقیقی مقالے ''اُردو شاعری میں نعت 1992ء'' (حالی سے حال تک) میں فرماتے ہیں:

مولانا کا سارا کلام وفور جذبات سے سرشار ہے۔اسی لیے وہ جذبات نگاری اور عقیدت مندی میں منفرد مقام رکھتا ہے۔کلام کی متناسب روانی سبک سیر ہے، جو معنوی انبساط کے علاوہ ذہنی انبساط بھی عطا کرتی ہے۔☆۴۱

حدائق بخشش کا فنی وعروضی جائزہ - جولائی 1997ء

''حدائق بخشش کا فنی وعروضی جائزہ''ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی کی تصحیح وتقدیم سے مزین ہے۔ جسے رضا اکیڈمی بمبئی (انڈیا) نے شائع کیا ہے۔ جولائی 1997ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب 368 صفحات پر مشتمل ہے جس میں ''حدائق بخشش'' کے دونوں حصے شامل ہیں۔☆۴۲

''حدائق بخشش کا فنی وعروضی جائزہ''ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی کی ایک کامیاب کوشش ہے جس میں موصوف نے ''حدائق بخشش'' میں ہونے والی بعض تسامحات کا ذکر کیا ہے۔''اغلاط کتابت'' کے عنوان سے غلطیوں کی نشان دہی فرمائی ہے۔''طبع اوّل کے اغلاط'' کو واضح کیا ہے۔''نعت گوئی'' کے حوالے سے ''حدائق بخشش'' کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔''چند اشعار کی تشریح'' کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔''باب العروض'' کے در کو بھی وا کیا ہے۔''علم القوافی'' کی بھی وضاحت فرمائی ہے۔''کچھ انتخاب ''حدائق بخشش'' کے بارے میں''(مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مرحوم) بعض فروگزاشتوں کا ذکر کیا ہے۔آخر میں ایک صفحہ کا ''اختتامیہ'' بھی تحریر کیا ہے۔بے شبہ یہ کام لائق تحسین اور قابل صد مبارک باد ہے۔اس کی جتنی بھی پزیرائی کی جائے کم ہے۔

بانی رضا اکیڈمی بمبئی محمد سعید نوری فرماتے ہیں:

یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ الحمدللہ برصغیر پاک وہند بلکہ پوری دنیا میں ''حدائق بخشش'' کا اتنا شان دار اور صحیح نسخہ شاید اب تک منظر عام پر نہ آیا ہوگا۔(ص 3)

جہاں تک اس نسخہ کا شاندار ہونا ہے یہ بات درست ہے بلاشبہ یہ تزئین وخوب صورتی کے حوالے سے قابل قدر ہے۔اس کی ستائش ہونی چاہیے مگر یہ کہنا قطعی درست دکھائی نہیں دیتا کہ یہ صحیح نسخہ ہے۔اس میں بھی اغلاط ہیں۔یہ صرف'' یک نگاہے گاہے گاہے'' والی بات ہے۔اگر بنظر غائر اس کا جائزہ لیا جائے تو اغلاط واسقام کی تعداد بڑھ بھی سکتی ہے۔''حدائق بخشش'' کے اس نسخہ کو اب تک شائع ہونے والے تمام نسخوں میں خوب صورتی کے لحاظ سے اوّلیت کے مقام پر فائز کیا جاسکتا ہے۔مگر یہ کہنا کہ پوری دنیا میں ''حدائق بخشش'' کا یہ سب سے صحیح نسخہ ہے، درست نہیں ہے۔

ڈاکٹر شرر مصباحی ''حدائق بخشش'' کی اوّلین اشاعت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار

فرماتے ہیں:

خوش نصیبی سے اس وقت ہمارے سامنے وہ مبارک نسخہ موجود ہے جو حضور فاضل بریلوی کی حیات میں حضرت صدرالشریعہ کی زیرِ نگرانی شائع ہوا تھا......اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام کی حیات مقدسہ میں ”حدائقِ بخشش“ کی طباعت کم از کم دو بار ہو چکی تھی۔ لہٰذا یہ کہنا عقلاً و نقلاً کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ ”حدائقِ بخشش“ (اوّل) کی تدوین کا کام حضرت امام کی حیات میں نہیں ہوا تھا۔☆۴۳

الحمدللہ! ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی نے نعتیہ دیوان ”حدائقِ بخشش“ کی اس حقیقت کو تو واضح فرمادیا ہے کہ اس کی اشاعت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی حیات میں ہو چکی تھی۔ جس کے شرر صاحب نے حوالے بھی دیئے ہیں۔ مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچے گی جب تک ان دونوں اشاعتوں کے سالِ اشاعت کو واضح نہ کیا جائے۔ سال اشاعت کے حوالے سے ڈاکٹر شرر صاحب کی تحقیق خاموش ہے۔

اب آئندہ ایک اور تحقیق نگار ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی کو دیکھا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی اپنے تحقیقی مقالے ”اُردو میں میلاد النبی/ 1998ء“ میں تحریر فرماتے ہیں:

مولانا احمد رضا خاں نے میلادِ نبوی کے بیان میں نثر کے علاوہ اپنی میلاد و نعتیہ شاعری میں بھی جا بجا اس موضوع کے حوالے سے کبھی نہ بجھ سکنے والے چراغ روشن کیے ہیں۔☆۴۴

فنِ شاعری اور حسان الہند۔ 2004ء

”فنِ شاعری اور حسان الہند“ مولانا عبدالستار ہمدانی مصروفؔ برکاتی نوری کی تصنیف ہے۔ جس کی اشاعتِ دوم ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی کے زیرِ اہتمام 2004ء میں عمل میں آئی۔ 320 صفحات پر مشتمل یہ کتاب اعلیٰ حضرت کے نعتیہ دیوان ”حدائقِ بخشش“ کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔☆۴۵

فنِ شاعری اور حسان الہند اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک منفرد کاوش ہے۔ اس کتاب کے مصنف اہلِ زبان نہ ہونے کے باوجود بھی زبان و بیان پر کامل دسترس رکھتے ہیں۔ مصروف برکاتی اپنی کتاب کے ”سببِ تصنیف“ میں کہتے ہیں:

نعتیہ دیوان ”حدائقِ بخشش“ سے راقم الحروف نے صنعتِ تجنیس کامل کے ایک سو تیس (۱۳۰) اشعار کی تشریح بنام ”عرفان رضا در مدحِ مصطفٰی“ تقریباً ایک ہزار صفحات میں اختصاراً مرقوم کی۔ بعدہٗ کتاب کا مقدمہ لکھنا شروع کیا۔ گمان تو یہ تھا کہ دس پندرہ صفحات میں مقدمہ پورا ہو جائے گا۔

لیکن دورانِ تحریر ذہن میں مضامین کی آمد شروع ہوئی اور وہ مضامین بوسیلۂ قلم صفحۂ قرطاس پر منقش ہوتے گئے اور اس تسلسل نے اتنا طول پکڑا کہ مقدمہ مقالہ بن گیا۔☆۴۶

مصروف برکاتی کے سبب تصنیف کے بعد "فن شاعری اور حسان الہند ایک جائزہ" ڈاکٹر مسز تنظیم الفردوس کراچی کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔آپ فرماتی ہیں:

> علامہ موصوف نے کلام رضا میں محاورات اور کہاوتوں کی عکاسی، رسم و رواج کی عکاسی، مقامی الفاظ ومحاورات کے ساتھ سنسکرت کے الفاظ کی فراوانی پر سیر حاصل اور تفصیلی بحث کی ہے۔ساتھ ہی اعلیٰ حضرت کے اشعار پر بے بنیاد اعتراضات کا جواب بھی علامہ نے انتہائی مدلل انداز میں فراہم کیا ہے۔☆۴۷

"حدائقِ بخشش" کے حوالے سے لکھی جانے والی یہ کتاب صرف "حدائقِ بخشش" کا ہی احاطہ نہیں کرتی بلکہ اردو شاعری خصوصاً اردو نعتیہ شاعری پر نقد ونظر اور تحقیق وتدقیق کے حوالے سے بھی ایک گرانقدر سرمایہ ہے۔

اسی حوالے سے اب ایک اور نعتیہ محقق ڈاکٹر عاصی کرنالی کو دیکھا جائے گا۔

اُردو حمد ونعت پر فارسی شعری روایت کا اثر" یہ ڈاکٹر عاصی کرنالی کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے۔وہ کہتے ہیں:

> جس کثرت سے آپ کے نعت وسلام جلسوں میں پڑھے جاتے ہیں اور نعت خوانوں کی تنظیموں اور گروہوں میں متداول ومروج ہیں، اس شرف میں کوئی آپ کا مماثل وشریک نہیں ہے۔☆۴۸

مختصر شرح سلامِ رضا–2004ء

"مختصر شرح سلامِ رضا" کے شارح محمد نعیم اللہ خان قادری ہیں۔اس کے ناشر فیضان مدینہ پبلی کیشنز، کاموںکے پنجاب، پاکستان اور اس کا سال اشاعت 2004ء ہے۔اس کا بارِ اوّل 176 رصفحات پر مشتمل ہے۔اس پر مضامین وآرا پروفیسر محمد اکرم رضا اور شارح محمد نعیم قادری کی ہیں۔☆۴۹

راقم یہ شرح از خود نہیں دیکھ سکا تھا۔اس کا ذکر برادرم غوث میاں نے محمد طاہر قریشی کی مرتبہ فہرست کتب خانہ (نعت ریسرچ سینٹر) کے حوالے سے کیا تھا۔راقم نے حصولِ برکت کے لیے اس کتاب کو بھی اپنے مضمون میں شامل کرلیا ہے۔اس مختصر شرح سلامِ رضا کے صفحات کی تعداد بھی 176 ہے۔اس کی کامل شرح کا کیا عالم ہوگا۔

اب اسی سلسلے میں ایک اور فاضل محقق نعت پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کو دیکھا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے ''برصغیر پاک وہند میں عربی نعتیہ شاعری / 2002ء'' میں فرماتے ہیں۔

مولانا کی نعتیہ شاعری کا مرکزی نقطہ توسل واستغاثہ ہے۔ان کے ہاں شعری حکایت کا تصور نہیں ہے۔وہ جو کچھ کہتے ہیں اسے اپنے دل کی آواز اور روح کی پکار بناتے ہیں۔ان کا رجحان طبعی خود سپردگی اور جاں دادگی کا غماز ہے۔کیف آمیز وجدانی احساسات نے ان کی شاعری کو والہانہ پن عطا کیا ہے۔وہ جس زبان میں بھی اظہار کرتے ہیں یہی طرزِ ادا اپناتے ہیں۔بے ساختہ پکار ان کی شاعری کا امتیازی وصف ہے۔☆۵۰

نعت رنگ کراچی (اعلیٰ حضرت احمد رضا شاہ بریلوی نمبر) - دسمبر 2005

''نعت رنگ'' کراچی کا شمارہ نمبر 18/دسمبر 2005ء میں اعلیٰ حضرت احمد رضا شاہ بریلوی نمبر کے طور پر سامنے آیا ہے۔ 804/صفحات پر مشتمل یہ نمبر اقلیم نعت، بی-50، سیکٹر 11-اے، نارتھ کراچی سے شائع ہوا ہے۔نعت رنگ کراچی کے مرتب سید صبیح الدین صبیح رحمانی ہیں۔☆۵۱

صبیح رحمانی دنیائے نعت میں کئی حوالوں سے معروف ہیں۔ان کا کام انفرادیت اور اہمیت کا غماز ہے۔''مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے خوب صورت اور دیدہ زیب سرورق کے سائے میں یہ شمارہ رنگ رضا کی مختلف سمتوں اور جہتوں کا شاہد ہے۔

رنگ رضا کی دھنک رنگ دیکھیے۔''فکر وفن'' کے عنوان سے 22 مقالہ نگاروں کے مختلف مضامین۔''تضامین برکلام رضا'' کہنے والوں میں 7/شعرائے کرام شامل ہیں۔''خصوصی مطالعہ'' میں دو قلمکاروں کے مضامین ہیں۔''رنگ رضا'' میں 5/شعرا نے کلام کہے ہیں۔''کلام رضا کے تحقیقی زاویئے'' میں 7 مقالہ نگاروں کے سیر حاصل مقالے شامل ہیں۔''مذاکرہ'' کے عنوان سے مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔آخری حصہ ''خطوط'' پر مشتمل ہے۔

صبیح رحمانی اپنے ''ابتدائیہ'' میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے دکھائی دیتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں اُردو کے وہ خوش نصیب اور مقبولِ خاص وعام نعت گو ہیں جن پر بہت لکھا گیا ہے۔اُردو کے کسی اور نعت گو پر اتنا نہیں لکھا گیا جتنا مطبوعہ مواد مولانا پر موجود ہے۔لیکن مقالات ومضامین کی یہ کثرت ہمارے لیے خوشی کا باعث تو ہوسکتی ہے،

اطمینان کا نہیں ۔☆۵۲

صبیح رحمانی کے مرتبہ ''نعت رنگ'' کے ''اعلیٰ حضرت احمد رضا شاہ بریلوی نمبر'' میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے علم و ادب، فکر و فن اور شعر و سخن کے تمام موضوعات زیر بحث آئے ہیں ۔موضوعات کے تنوع اور وسعت کے سبب اس نمبر کو بلاشبہ ایک تاریخی دستاویز سے تعبیر کیا جاسکتا ہے ۔

اب آئندہ ایک اور قابل قدر شخصیت ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (بھارت) کو دیکھا جائے گا۔

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (بھارت) ''فتاویٰ رضویہ اور نعت کا موضوع'' میں فرماتے ہیں ۔

برصغیر میں فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت کو محب اور مداحِ رسول ﷺ کے ساتھ ہی فقہ میں تبحر علمی کے لحاظ سے بھی تسلیم کیا گیا ہے ۔آپ کی فراست علمی اور فقہی بصیرت کو آپ کے معاصرین بھی مانتے تھے اور آج بھی ان کی بعض تخلیقات علمیہ کو بنظر استحسان دیکھا جاتا ہے ۔☆۵۳

مولانا احمد رضا رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری - دسمبر 2005

''مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری'' کے حوالے سے ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی (بھارت) کے تحقیقی مقالہ کی دوسری جلد کا نام ہے اور ''مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے شائع ہونے والی کتب کا تعارف'' بھی ہے ۔سر دست ہمارے پیش نظر ڈاکٹر سراج احمد بستوی کا وہ مضمون ہے جو نعت رنگ کراچی کے شمارہ نمبر 18 دسمبر 2005ء ''اعلیٰ حضرت احمد رضا شاہ بریلوی نمبر'' میں شائع ہوا ہے ۔☆۵۴

مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے شائع ہونے والا مضمون اس موضوع سے متعلق کافی معلومات فراہم کرتا ہے فاضل مقالہ نگار نے عرق ریزی و دیدہ وری سے اس کو سجایا ہے ۔ہم صرف کتب اور قلمکاروں کے نام پیش کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں ۔

(1) کلام حضرت رضا قدس سرہٗ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ ,شمس بریلوی ،(2) تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب ،شاعر لکھنوی ،(3) مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری ،ملک شیر محمد خان اعوان آف کالا باغ ،(4) اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر ،سیّد نور محمد قادری ،(5) عرفانِ رضا ،پروفیسر ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان ، (6) امام شعر و ادب ،مولانا وارث جمال بستوی ، (7) کلام رضا ،اصغر حسین نظیر لدھیانوی ((8 اقبال و احمد رضا ،راجا رشید محمود ((9 کلامِ رضا کے نئے تنقیدی زاویے ،ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی ((10 فن شاعری اور حسان الہند ،مولانا عبد الستار ہمدانی ((11 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی

کے قصیدہ معراجیہ پر ایک تحقیقی مقالہ، پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ جام بنارسی ((12 ارمغانِ رضا (بزبانِ فارسی)، پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد ((13 فقیہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ((14 مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری: ایک تحقیقی مقالہ، ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی ((15 امام احمد رضا: ملک سخن کے شاہ، عقیل احمد خاں اکبر آبادی، (16) غزلیات رضا: انتخاب از ''حدائق بخشش''، مولانا امجد رضا خاں امجد، (17) انتخاب ''حدائق بخشش''، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ((18 کعبی کی کتاب: سلام رضا تضمین و تفہیم اور تجزیے کا تنقیدی جائزہ، مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی ((19 الحقائق فی الحدائق المعروف شرح حدائق بخشش، مولانا فیض احمد اویسی مرحوم، (20) عرفانِ رضا: در مدح مصطفی مولانا عبدالستار ہمدانی ((21 شرح سلام رضا، مولانا مفتی محمد خان قادری ((22 شرح مثنوی ردّ امثالیہ، قاری غلام محی الدین خاں قادری شیری ((23 نو بہارِ نوازش بحل حدائق بخشش، مفتی عنایت احمد نعیمی ((24 بساتین الغفران، الایوان العزمی امام احمد رضا بریلوی (بزبان عربی)، پروفیسر حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ (جامعہ ازہر، مصر)

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے 24 کتب تھیں، جن میں چھوٹی کتابوں کے علاوہ ضخیم کتب بھی شامل ہیں۔ مقالہ نگار نے محبت رضا، عقیدتِ رضا اور تحقیق رضا کو مدنظر رکھا ہے۔ ہر کتاب پر جامع اور معلوماتی انداز میں تبصرہ موجود ہے۔ یہ تعارف اور تبصرہ اتنا مکمل اور مربوط ہے کہ جس سے مکمل کتاب کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ موصوف کی تحریر میں جاذبیت اور روانی پائی جاتی ہے۔

اسی حوالے سے اب ایک اور علمی و ادبی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی مرحوم کو دیکھائے جائے گا۔

ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی مرحوم اپنے مضمون ''سلام رضا کے دو باغوں کی سیر'' میں فرماتے ہیں:

> حضرت احمد رضا خاں صاحب کی زبان و بیان نے ان کی عقیدت کی گیرائی اور گہرائی کا ساتھ دیا ہے اور ایسی ایسی تراکیب اور صفات ہمارے سامنے آئی ہیں جن سے ہماری زبان، زیادہ نوری، قدسی صفت اور نئے احکامات کی امین بن گئی ہے۔☆ ۵۵

شروحات حدائق بخشش- دسمبر 2005ء

''شروحات حدائق بخشش''، منصور ملتانی (کراچی) کا 7 صفحات پر مشتمل ایک مضمون ہے جو ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر 18/ دسمبر 2005ء میں شائع ہوا ہے۔ جس میں مضمون نگار نے اپنے تئیں

شروحات حدائق بخشش کو پیش کیا ہے۔ یہ موضوع مضمون نگار کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ موصوف نے بس سامنے کی چند چیزوں کو زمانی ترتیب نہیں بلکہ بے ترتیبی سے پیش کر دیا ہے۔☆۵۶

منصور ملتانی صاحب نے سب سے پہلے ''الحقائق فی الحدائق شرح حدائق بخشش'' کا ذکر کیا ہے۔ جس میں موصوف کہتے ہیں ''جسے 25/جلدوں میں علامہ فیض احمد اویسی نے لکھا ہے اور جس کی اب تک 25/جلدیں اشاعت پزیر ہو چکی ہیں۔'' (یہ بات درست نہیں ہے)

واضح رہے کہ مولانا فیض احمد اویسی نے کل 25/جلدوں میں اس شرح کو مکمل کیا تھا جس کی تادمِ تحریر 14/جلدیں اشاعت پزیر ہو چکی ہیں۔ 9/جلدیں ہنوز تشنہ طبع ہیں۔

''وثائق بخشش'' از مفتی غلام یٰسین امجدی اعظمی کی اوّلین شرح کو دوسرے نمبر پر شامل کیا ہے۔ ''وثائق بخشش'' شروحاتِ حدائق بخشش میں اوّلیت کے مقام پر فائز ہے۔ جو فروری 1976ء میں کراچی سے شائع ہوئی تھی۔

منصور ملتانی نے عام انداز سے اس موضوع پر لکھا ہے۔ موصوف نے بنظر غائر نہیں بلکہ بنظر طائر اس کا سرسری جائزہ لیا ہے۔ صاحبِ مضمون نے شروحاتِ حدائق بخشش کے تعارف سے پہلے 18 عنوانات پر مشتمل مصنّفین کے ناموں کے ساتھ ایک فہرست بھی دی ہے۔ بارہویں نمبر اور اٹھارویں یعنی آخری نمبر پر ان دونوں کا ذکر کیا ہے جو شرح کلامِ امام اہلِ سنّت کے نام سے سامنے آئی ہیں۔ اب دونوں میں کیا درست ہے یہ مضمون نگار ہی بہتر بتا سکتے ہیں۔

شرح کلام امام اہلِ سنّت از عبد القادر بدایونی، ماہ نامہ، نوری کرن، بریلی، اگست 1964ء اور شرح کلام امام اہل سنت از ابرار قادری بدایونی، ماہ نامہ، نوری کرن، بریلی، اکتوبر 1965ء

کیا دو مختلف حضرات نے ایک ہی نام سے شرح کلامِ امامِ اہل سنت کو رقم کیا ہے۔ یا یہ ایک ہی آدمی کی کاوش ہے جسے دو مختلف ناموں سے بے دھیانی میں شائع کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

اب اسی تناظر میں مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کو دیکھا جائے گا۔

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی اپنی ایک تحریر ''رضا کی زباں تمھارے لیے'' میں فرماتے ہیں:

نعت گوئی کے حوالے سے بھی زبان و بیان اور اُردو کے نعتیہ ادب کو اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ پر ناز رہے گا۔ نعت گوئی کے باب میں ان کا سکہ ایسا بیٹھا ہے کہ ملک سخن کی شاہی کرتے نظر آتے ہیں۔ کلام الامام امام الکلام کا مقولہ ایسی ہی ہستیوں کے کلام پر صادق آتا ہے۔☆۵۷

شرح کلام رضا فی نعت المصطفیٰ (شرح حدائقِ بخشش) -2006ء

''شرح کلام رضا فی نعت المصطفیٰ شرح حدائقِ بخشش'' کے شارح مولانا مفتی غلام حسن قادری ہیں۔ 2006ء میں مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ، اُردو بازار لاہور نے اِسے شائع کیا ہے۔شرح حدائقِ بخشش بڑے سائز کے 1108رصفحات پر مشتمل ہے۔☆۵۸

مولانا غلام حسن قادری نے ''حدائقِ بخشش'' کی ایک سو ایک اُردو نعتوں کو شرح کا جامہ پہنایا ہے۔قطعات و رباعیات کے ساتھ ہی درود وسلامِ رضا کی عام فہم اور آسان اُردو شرح قرآن و سنت کے سیکڑوں دلائل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔جب کہ معاصر شعراء کے کلام سے بھی اس شرح کو تقویت پہنچائی گئی ہے۔اس شرح کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس کے حوالے سے مولانا محمد منشا تابش قصوری ضیائی نے ''نشانِ منزل (شارح حدائقِ بخشش)'' کا تعارف رقم کیا ہے۔وہ کہتے ہیں:

> اس شرح کا انداز بڑا ہی نرالا اور انوکھا ہے نہ صرف ''حدائقِ بخشش'' کے اشعار کی نثری شرح کی بلکہ دیگر شعرا کے اشعار کو شامل کر کے اسے نظم سے بھی آراستہ کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔جو حضرت شارح کے وسیع مطالعہ پر دال ہے۔☆۵۹

مولانا غلام حسن قادری کی ''شرح حدائقِ بخشش'' کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ شارح نے آج سے 35 سال پہلے لکھا ہوا مقالہ'' کلام اعلیٰ حضرت کی خصوصیات اور فنی خوبیاں'' کے نام سے شائع کیا ہے۔واضح رہے کہ یہ مقالہ اختر الحامی رضوی مرحوم کا تحریر کردہ تھا جو سب سے پہلے کتاب ''امام نعت گویاں'' 1977ء کے نام سے طبع شدہ ہے۔جسے دوبارہ عنوان بدل کر اسے ''شرح حدائقِ بخشش'' میں شامل کیا گیا ہے۔یقیناً اس اولین مقالے کی وجہ سے ''شرح حدائقِ بخشش'' کے وقار میں اضافہ ہوا ہے۔کیوں کہ اس مقالے میں اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام کے فنی نکات بیان کیے گئے ہیں۔اختر الحامدی کے اس مقالے کے مطالعے کے بعد اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام ''حدائقِ بخشش'' کی شرح آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔مولانا اختر الحامدی رضوی آج سے 32رسال پہلے (یکم رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ مطابق 4رجولائی 1981ء حیدرآباد سندھ) میں انتقال فرما چکے تھے۔☆۶۰ اس شرح میں مولانا اختر الحامدی کو ''مدظلہ'' لکھا گیا ہے۔☆۶۱

اب ایک اور قابل قدر ادیب پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی کو دیکھا جائے گا۔

پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی'' کلام رضا میں توحید کی ضیاباریاں'' میں رقم طراز ہیں:

رسول کی مدح و ثنا بالواسطہ طور پر خدائے عزوجل ہی کی حمد و ثنا ہے۔اسی لیے حقیقت شناس حضرات کے

نزدیک یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف سے خالق کی تعریف ہی مقصود و متصور ہوتی ہے۔ یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ "حدائقِ بخشش" کے دونوں حصے (تیسرا حصہ میرے پیش نظر نہیں ہے) نعت رسول کے ساتھ ساتھ توحید الٰہی کے جلوؤں سے بھی معمور و مستنیر ہیں۔☆۶۲

اُردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی-فروری 2008ء

''اُردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی'' ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ ہے۔ جسے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی پاکستان نے فروری 2008ء میں شائع کیا ہے۔ 678 صفحات پر مشتمل یہ مقالہ بہت اہتمام سے شائع کیا گیا ہے۔☆۶۳

اس مقالے کے نگراں پروفیسر ڈاکٹر زاہد حسن وسیم بریلوی، روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا تھے۔ مقالہ نگار ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کو 1994ء میں ڈاکٹریٹ کی سند تفویض ہوئی۔ یہ مقالہ نو ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب، نعت کی تعریف، مختصر تاریخ اور عہد بعہد ارتقاء کا جائزہ، دوسرا باب: اُردو میں نعت گوئی کی ابتداء، تیسرا باب: امام احمد رضا فاضل بریلوی کا عہد (سیاسی، سماجی، تہذیبی، تمدنی اور ادبی پس منظر)، چوتھا باب: امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی - حیات اور شخصیت کا تفصیلی جائزہ، پانچواں باب: تخلیقی رویے اور محرکات شاعری کا جائزہ، چھٹا باب: امام احمد رضا فاضل بریلوی کی نعت گوئی کے انفرادی خدوخال، ساتواں باب: امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی روحانی و عشق نبی کی مخلصانہ تہہ داریاں، آٹھواں باب: امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی نعت گوئی کا ادبی مقام اور علمی مرتبہ، نواں باب: اُردو نعت کی تاریخ میں نعت نگار کی حیثیت سے امام احمد رضا فاضل بریلوی کا مقام۔

صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری (صدر، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، انٹرنیشنل کراچی) فرماتے ہیں:

> ڈاکٹر عزیزی صاحب نے اپنے چاروں طرف چراغاں کیا ہوا ہے اور رضا کے نام کی دھوم مچائی ہوئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ رضا کی نگرانی میں بزم رضا سجائے رضا کے علم و فن کے چراغ سے چراغ جلا رہے ہیں۔☆۶۴

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق اپنی "تقریظ" میں فرماتے ہیں:

> ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا یہ قابل قدر کارنامہ فاضل بریلوی پر اس جہت سے کام کرنے والوں کے

لیے ایک انسائیکلو پیڈیا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اس سے صرفِ نظر کر کے اس موضوع پر کوئی گفتگو کی جاسکے۔☆۶۵

پیشِ نظر مقالہ کلامِ رضا، ادب برائے ادب، ادب برائے زندگی اور ادب برائے بندگی کا نمائندہ ہے۔ اُردو نعت کے انفرادی خدوخال میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعت گوئی کا ادبی مقام اور علمی مرتبہ کا تعین کیا گیا ہے۔

''حدائقِ بخشش'' کے حوالے سے پروفیسر محمد اکرم رضا کو دیکھا جائے گا۔

پروفیسر محمد اکرم رضا اپنے ایک مضمون ''جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند'' میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''حدائقِ بخشش'' آپ کا وہ زندۂ جاوید نعتیہ سرمایہ ہے کہ جس کے اشعار کی خوش بو مشامِ فطرت کو ہمیشہ معنبر کرتی رہے گی۔ آپ نے نعت رسول ﷺ کو اپنے لیے حاصل حیات بنا لیا۔☆۶۶

آخر میں، میں اپنے اس مقالے ''اذکار و انوارِ حدائقِ بخشش'' کو صاحب طرز ادیب اور معروف نقاد رشید وارثی مرحوم کے ان مرصع الفاظ پر ختم کر رہا ہوں جو انھوں نے اپنے مقالے ''کلامِ رضا میں مناقب اہل بیت اطہار کی جلوہ گری'' میں بیان فرمائے ہیں:

> ہندوستان کے عظیم فقیہ اور استاذِ نعت گویان مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش''، اہلِ سنت کے حقیقی عقائد اور عشقِ صادق کا ترجمان ہے۔☆۶۷

اس مقالے کے مکمل ہونے کے بعد بھی دو اہم حوالے سامنے آئے ہیں۔ جس کی بابت راقم تفصیلی تو نہیں بلکہ اشارتاً ذکر کر سکے گا۔ کیوں کہ یہ دونوں اہم کام میری دسترس سے دُور ہیں۔ جس کا راقم مطالعہ نہیں کر سکا۔

اس سلسلے کا پہلا حوالہ ملاحظہ کیجیے:

''حدائقِ بخشش'' کا اوّلین ایڈیشن

پروفیسر ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی ☆۶۸ (ڈائریکٹر ادارۂ افکارِ حق، بائسی، پورنیہ، بہار، انڈیا) کی ''حدائقِ بخشش'' پر تحقیق اور اس کے سالِ اشاعت کے تعین پر ایک معلوماتی مضمون ''حدائقِ بخشش کا اوّلین ایڈیشن'' شائع ہوا۔ یہ مضمون ماہ نامہ ''جہانِ رضا'' (لاہور، اپریل 2012ء) کے شمارہ ۱۸۸ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ جس میں فاضل مقالہ نگار نے مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی زندگی میں اُن کے نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش'' کے تین بار چھپنے کا ذکر کیا ہے۔ غلام جابر شمس مصباحی صاحب پہلی اشاعت کے بارے میں خود بھی

متذبذب ہیں۔ ۱۳۲۵ھ/ 1907ء یہ "حدائقِ بخشش" کے مرتب ہونے کی تاریخ ہے۔ جس پر کسی کو اختلاف نہیں۔ موصوف پہلی اشاعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "۱۳۲۵ھ یا ۱۳۲۶ھ ہی میں اس کا پہلا حصہ پہلی بار شائع بھی ہوا تھا۔" ۱۳۲۵ھ کا مطلب ہے 1907ء اور 1908ء یہ دو سال ہیں۔ اس میں پہلی اشاعت کا تعین نہیں ہے۔ اس کی دوسری اشاعت کے بارے میں شمس مصباحی فرماتے ہیں کہ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۲۷ھ/ 1909ء میں چھپا۔ جس میں ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" رام پور کے مدیر کی رائے کو پیش کیا گیا ہے۔ اگر مدیر کی رائے کے ساتھ ہی "دبدبہ سکندری" کی سالِ اشاعت کا شمارہ اور جلد نمبر بھی دے دیا جاتا تو یہ بات اور بھی متحقق ہوجاتی۔ تیسری اشاعت کا احوال بھی ملاحظہ کیجیے۔ ۱۳۲۹ھ/ 1911ء میں مولانا امجد علی اعظمی صدرالشریعہ کے زیرِ اہتمام "حدائقِ بخشش" کا جو نسخہ چھپا۔ وہ اس سلسلے کی تیسری اشاعت ہے۔ بہر حال یہ بات لائقِ تحسین ہے کہ موصوف نے "حدائقِ بخشش" کی مختلف اشاعتوں کے بارے میں اپنی صائب رائے کو پیش کیا۔

اب اس سلسلے کا دوسرا حوالہ دیکھیے:

سلامِ رضا کے چند اشعار

"سلامِ رضا کے چند اشعار" کی شرح ایم جلال الدین[☆۶۹] کی تحریر کردہ ہے۔ 104 صفحات پر مشتمل یہ شرح 1998ء میں گجرات سے شائع ہوئی ہے۔ یہ تمام معلومات مجھے حضرت حسان حمد و نعت بک بینک کراچی پاکستان کے روحِ رواں غوث میاں صاحب نے 15/ اپریل 2012ء کو بذریعہ موبائل فون فراہم کی تھیں۔ اس وقت تک یہ مقالہ مکمل ہو چکا تھا۔ ویسے بھی "سلامِ رضا کے چند اشعار" والی کتاب میں نہیں دیکھ سکا ہوں۔ وگرنہ اس پر بھی تفصیلی اور معلوماتی اظہارِ خیال پیش کرتا۔

حوالہ جات

☆-1 مسعود احمد، محمد، پروفیسر ڈاکٹر عبقری الشرق مولانا احمد رضا خاں بریلوی ادارۂ مسعودیہ 5/6/2 ای ناظم آباد کراچی 1977ء ص6

☆-2 ایضاً ص6

☆-3 فیروز الدین، مولوی الحاج فیروز اللغات (نیا ایڈیشن) فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور، س ن، ص564

☆4۔ ایضاً، ص184

☆5۔ شمس بریلوی، علامہ کلام رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی جولائی 1976ء، ص15

☆6۔ ایضاً ص17

☆7۔ مسعود احمد، ڈاکٹر انتخاب "حدائقِ بخشش" سرہند پبلی کیشنز کراچی 1995ء ص308

☆8۔ صبیح رحمانی (مرتب) نعت رنگ، کراچی کتابی سلسلہ شمارہ نمبر 18 دسمبر 2005ء ص581

☆9۔ شررمصباحی، فضل الرحمن، ڈاکٹر "حدائقِ بخشش" کا فنی و عروضی جائزہ رضا اکیڈمی بمبئی (انڈیا) 1997ء ص9, 5, 4

☆10۔ وجاہت رسول قادری، سید صاجزادہ (ذاتی لائبریری سے دیکھنے کو ملی تھی)

☆11۔ شرر مصباحی ص368

☆12۔ شرر مصباحی (تصحیح) ''حدائق بخشش'' ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی 1999ء ص288

☆13۔ مکتبۃ المدینہ ''حدائق بخشش'' مکتبۃ المدینہ، شہید مسجد کھارادر کراچی س ن ص38

☆14 رازؔ امجدی وثائق بخشش (حصہ اوّل) ''شرح حدائق بخشش'' مکتبہ امجدیہ دارالعلوم قادریہ رضویہ ملیر سعود آباد کراچی فروری 1976ء ص286

☆-15 ایضاً ص3 ☆-16 ایضاً ص8

☆17۔ برق، طلحہ رضوی، ڈاکٹر اُردو کی نعتیہ شاعری دانش اکیڈمی ملکی محلہ آرہ بہار (انڈیا) جنوری 1974ء ص54

☆18۔ شمس بریلوی کلام رضا کا تحقیقی اورادبی جائزہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی جولائی 1976ء ص13

☆19۔ اختر الحامدی امام نعت گویاں مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال 1977ء ص144ء

☆20۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر اُردو کی نعتیہ شاعری آئینہ ادب چوک مینارانارکلی، لاہور 1974ء ص86

☆-21 اختر الحامدی امام نعت گویاں مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال 1977ء ص9

☆-22 ایضاً ص24 ☆-23 ایضاً ص30

☆-24ا ول قادری، مولانا، صوفی سخن رضا مطلب ہائے ''حدائق بخشش'' مکتبہ دانیال اُردو بازار لاہور 1992 ص432

☆25۔ اشفاق، سید رفیع الدین، ڈاکٹر اُردو میں نعتیہ شاعری اُردو اکیڈمی سندھ کراچی اکتوبر 1976ء ص380

☆-26 اول قادری، مولانا، صوفی سخن رضا مطلب ہائے ''حدائق بخشش'' مکتبہ دانیال اُردو بازار لاہور 1992 ص5

☆-27 ایضاً 27

☆-28 قادری، مفتی محمد خان شرح سلامِ رضا مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور دوم 1994ء ص586

☆29۔ یونس شاہ گیلانی، سید، پروفیسر تذکرہ نعت گویانِ اُردو مکہ بکس اردو بازار لاہور نومبر 1984ء ص131

☆-30 قادری، مفتی محمد خان شرح سلامِ رضا مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور دوم 1994ء 33

☆-31 ایضاً ص21

☆-32 فیض احمد اویسی، مولانا شرح حدائق بخشش اوّل مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور 1994ء ص368

☆-33 جاوید اقبال، محمد، پروفیسر مخزنِ نعت (انتخاب) علمی کتاب خانہ، اُردو بازار لاہور مارچ 1979ء ص16

☆-34 قریشی، محمد طاہر فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر نارتھ ناظم آباد کراچی ص20

☆-35 شرح حدائق بخشش اوّل ص7 ☆36۔ فیض احمد اویسی ص12

☆37۔ ایضاً ص15

☆38۔ عثمانی، شاہ رشاد، ڈاکٹر اُردو شاعری میں نعت گوئی مجلس مصنفین اسلامی گیا، (انڈیا) 1991ء ص249

☆39۔ مسعود احمد، پروفیسر ص320 ☆40۔ ایضاً ص306

☆41۔ آزاد فتح پوری، محمد اسماعیل، ڈاکٹر اُردو شاعری میں نعت (جلد دوم) شمیم بک ڈپو لکھنو (انڈیا) 1992ء ص54

☆42۔ شرر مصباحی ص362 ☆43۔ ایضاً ص4, 5

☆44۔ جاوید صدیقی، محمد مظفر عالم، ڈاکٹر اُردو میں میلاد النبی فکشن ہاؤس، مزنگ روڈ لاہور مارچ 1998ء ص526

☆-45 مصروف برکاتی نوری، مولانا عبدالستار ہمدانی فن شاعری اور حسان الہند ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی 2004ء ص320 ☆-46 ایضاً ص15 ☆-47 ایضاً ص12

☆48۔ عاصی کرنالی، ڈاکٹر اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر اقلیم نعت کراچی جون 2001ء ص365

☆49۔ قریشی، محمد طاہر ص176

☆50۔ اسحاق قریشی، محمد، ڈاکٹر برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری محکمہ اوقاف حکومت پنجاب دسمبر 2002ء ص869

☆51۔ صبیح رحمانی (مرتب) نعت رنگ کراچی (اعلیٰ حضرت احمد رضا شاہ بریلوی نمبر) شمارہ نمبر 18، دسمبر 2005ء ص804

☆52۔ ایضاً ص14 ☆53۔ ایضاً ص562 ☆54۔ ایضاً ص640

☆55۔ ایضاً ص28 ☆56۔ ایضاً ص701 ☆57۔ ایضاً ص352

☆-58 غلام حسن قادری، مولانا شرح کلام رضا فی نعت المصطفیٰ المعروف شرح حدائق بخشش مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور ص22 ☆-59 ایضاً ص22

☆-60 عقیل احمد عباسی لیلۃ النعت، کراچی، مجلہ گل بہار نعت کونسل پاکستان لیاقت چوک گلبہار کراچی 95-1994ء ص40

☆-61 شرح کلام رضا فی نعت المصطفیٰ ص23

☆62۔ نعت رنگ ص20

☆63۔ عزیزی، عبدالنعیم، ڈاکٹر اُردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی 2008ء ص678

☆64۔ ایضاً ص8 ☆65۔ ایضاً ص14

☆66۔ نعت رنگ ص111 ☆67۔ ایضاً ص230

☆68۔ شمس مصباحی، غلام جابر، ”حدائقِ بخشش کا اوّلین ایڈیشن“، مشمولہ ”جہانِ رضا“ (لاہور) اپریل 2012ء، ص36

☆69۔ جلال الدین، ایم، سلام رضا کے چند اشعار“ گجرات پنجاب پاکستان، 1998ء، ص104

{☆}

قرآن پاک
میں شعراء کی راست سمتی کے لیے رہنمائی

ڈاکٹر عبدالعزیز خان (عزیز احسن)، کراچی

ڈاکٹر عزیز احسن کا شمار ان اہل دانش میں ہوتا ہے جو نعت کے تنقیدی آفاق پر گہری نظر رکھتے ہیں ''اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ'' ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو کہ کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے تاہم موضوع کی اہمیت کے پیش نظر فیصلہ کیا گیا کہ اس مکمل مقالہ کو "فروغ نعت" میں بھی قسط وار شائع کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے ہمیں نہ صرف اپنا مقالہ کتابی صورت میں مرحمت فرمایا بلکہ فروغ نعت میں اس کی اشاعت کی اجازت کے ساتھ اس کی سافٹ کاپی بھی بھیج دی۔ گذشتہ شمارہ میں ہم اس مقالہ کے پہلے باب کی تلخیص خصوصی مقالہ کے طور پر شائع کر چکے ہیں۔ زیر نظر شمارہ میں دوسرے باب کا کچھ حصہ دوسری قسط کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔ ادارہ اس اہم قلمی تعاون کے لیے ڈاکٹر صاحب کا شکر گزارہ ہے۔۔۔۔۔۔۔ مدیر،

شاعری وہبی صلاحیت کے تحت وجود میں آتی ہے۔اللہ رب العزت کی طرف سے انسان کو کوئی صلاحیت بے وجہ عطا نہیں ہوئی۔اس لیے شاعری بھی اپنے وجود کے لیے جواز چاہتی ہے۔اس جواز کی تفصیل جاننے کے لیے ہمیں انسان کا مقصدِ تخلیق جاننا ہوگا۔انسان کا مقصدِ تخلیق بلاشبہ صرف اور صرف اس کا خالق ہی بتا سکتا ہے۔ چنانچہ ہمیں خالق سے دریافت کرنا ہوگا کہ انسان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے؟......اس مرحلے پر ہمیں قرآن کریم کی رہنمائی ملتی ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ" ○

اور نہیں پیدا کیا ہے میں نے جن وانس کو مگر محض اس غرض سے کہ میری عبادت کریں۔(۱)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ

''حضرت علیؓ نے آیت کا تفسیری ترجمہ اس طرح کیا ہے''میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا، مگر صرف اس لیے کہ ان کو اپنی عبادت کا حکم دوں۔یعنی اپنے احکامات کا مکلف بناؤں۔اسی مفہوم کو دوسری آیت میں

بیان کیا ہے اور فرمایا ہے

'وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا [سورۃ توبہ، آیت ۳۱]'

یعنی ان کو صرف ایک معبود کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے''۔(۲)

تفسیر مظہری میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے ایک حدیث بھی درج کی ہے:

''حدیث مبارک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کُلٌّ مُّیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ" ہر ایک کے لیے وہ کام آسان کر دیا جاتا ہے(یعنی اس کام کی توفیق دی جاتی ہے) جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے''۔(۳)

ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی تفہیم میں، اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''عبادت کا لفظ اس آیت میں محض نماز روزے اور اسی نوعیت کی دوسری عبادات کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا ہے......اس کا پورا مفہوم یہ ہے جن اور انسان اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش، اطاعت، فرمانبرداری اور نیاز مندی کے لیے پیدا نہیں کیے گئے ہیں''۔(۴)

قرآن کی درجِ بالا آیت اور تفسیری حاشیوں کے مطالعے سے درجِ ذیل نکات اخذ کیے جا سکتے ہیں:

۱۔عبادت، صرف روزہ نماز، حج، زکوٰۃ ہی کا نام نہیں ہے۔

۲۔انسان (اور جن) کی پوری زندگی اگر اللہ کی اطاعت میں صرف ہو تو وہ عبادت ہے۔

۳۔عبادت (یعنی خالق کے منشاء کے مطابق کام کرنے) کے لیے صلاحیت، خود خالق نے مخلوق میں رکھ دی ہے۔

۴۔انسان (اور جن) میں اطاعت اور نافرمانی کی استعداد رکھی گئی ہے۔

۵۔انسان (اور جن) سے شعوری طور پر اپنی صلاحیتوں کا ایسا استعمال مطلوب ہے جو خالق کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔

۶۔انسان (اور جن) سے اللہ کی اطاعت اختیار کرنے کا مطالبہ بھی جبر پر مبنی نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا م
بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا" ۝

بے شک ہم نے پیدا کیا ہے انسان و ایک مخلوط نطفہ سے تا کہ امتحان لیں اس کا اس لیے بنایا ہے ہم نے اسے سننے والا ، دیکھنے والا[۲] ہم نے دکھا دیا ہے اسے راستہ اب چاہے (بن جائے) شکر کرنے والا یا کفر کرنے والا[۳](۵)

یہی بات بڑے واضح انداز میں سورۃ الکھف میں بھی فرما دی گئی ہے:

"وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ لا"

"اور کہہ دیجیے کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے" (۵،الف)

منشائے تخلیق انسانی، مقصدِ زندگی اور ایمان یا کفر کے اختیار کرنے کی آزادی کے اعلان کے ساتھ ہی اللہ رب العزت نے فرمادیا کہ موت اور زندگی اس بات کی آزمائش ہے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط[۲]

وہ ذات جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو تا کہ آزمائش کرے تمہاری کہ کون تم میں سے زیادہ اچھا ہے عمل میں۔(۶)

شاعر چوں کہ پہلے انسان ہے لہٰذا اسے خسران سے بچنے کا نسخہ پہلے جاننا چاہیے جو سورۃ العصر میں واضح کر دیا گیا ہے:

"وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ لا ۵ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o

"قسم ہے زمانے کی[۱] یقیناً، انسان خسارے میں ہے[۲] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور کرتے رہے نیک عمل اور نصیحت کرتے رہے ایک دوسرے کو صبر کی۔(۷)

درجِ بالا آیات میں پوری نوعِ انسانی کو خسارے میں دکھایا گیا ہے ۔استثنا صرف چار کام کرنے والوں کا ہے۔یعنی جو لوگ [۱] ایمان قبول کریں [۲] ایمان کی روشنی ظاہر کرنے کے لیے اعمالِ صالحہ اختیار کریں [۳] حق یعنی دین کی طرف لوگوں کو بلائیں اور [۴] ایمان اور اعمالِ صالحہ کی زندگی بسر کرنے میں جو مشکلات پیش آئیں ان پر خود بھی صبر کریں اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرتے رہیں۔

دراصل حق کی ترویج و اشاعت ہی مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے۔شاعر کو چوں کہ خصوصی صلاحیتوں سے نوازا جاتا ہے اس لیے اس پر حق کے پرچار کی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔عہدِ رسالت مآب ﷺ میں عرب دنیا میں پروپیگنڈے کا سب سے مؤثر ذریعہ شعر تھا۔اسی لیے حضورِ انور جناب رسالت مآب ﷺ نے شعراء کو دین کی اچھائیاں ظاہر کرنے اور مخالفین کے ذاتِ نبوی پر رکیک حملوں کے جواب کے لیے

ابھارااور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا۔اس چیز کا قدرے تفصیلی ذکر بعد میں آئے گا، یہاں ہم ”حق اور صبر“ کی تلقین کرنے والے فرد کے حوالے سے پیر محمد کرم شاہ الازہری کی نگارش کا اقتباس پیش کرنا چاہتے ہیں:

”اسے چراغ کون کہے گا جو اپنے ماحول کی تاریکیوں کو مٹا کر نہ رکھ دے، وہ دریا ہی کیا ہوا جو صحراؤں اور چٹیل میدانوں کو سیراب کر کے رشک فردوس نہ بنا دے۔اس لیے فرمایا تیسری خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے حلقۂ اثر میں حق کی پذیرائی اور اس کی بالا دستی قائم کرنے کے لیے بھر پور کوشش کرتا ہے اور یہ کوشش اس وقت تک بارآور نہیں ہوسکتی جب تک یہ خود اور اس کو قبول کرنے والے اس راہ کی صعوبتوں کو جوانمردی سے برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا نہ کرلیں۔یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ ایک دوسرے کو صبر واستقامت کا درس دیتے رہیں“۔(۸)

دنیائے آب وگل میں رہتے ہوئے خسارے سے بچنے کے لیے بنی نوعِ انسان کو جن الفاظ میں چار نکاتی پروگرام عطا کیا گیا ہے۔تقریباً اسی لہجے اور انہی الفاظ میں شعراء سے خطاب فرمایا گیا ہے۔سورۂ شعراء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ O اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ O وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ O اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ط وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ O

اور رہے شعراء تو چلا کرتے ہیں ان کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ O کیا نہیں دیکھتے ہو تم کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں O اور بلاشبہ وہ کہتے ہیں ایسی باتیں جو کرتے نہیں O مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور کیے انہوں نے نیک عمل اور ذکر کیا اللہ کا کثرت سے اور بدلہ لیا انہوں نے اس کے بعد کہ زیادتی کی گئی ان پر اور عنقریب معلوم ہو جائے گا ان لوگوں کو جنہوں نے زیادتی کی کہ کس انجام سے وہ دوچار ہوتے ہیں“۔(۹)

سورۂ العصر میں تمام بنی نوعِ انسان کو خسارے میں بتایا تھا اس کے بعد چار شرطوں کے پورا کرنے والے انسانوں کو خسارے سے محفوظ فرمایا گیا تھا۔بعینہٖ اسی طرح شعراء کی پوری برادری کو ایسا ظاہر

کیا گیا جس کے پیچھے چلنے والے لوگ سب گمراہ ہیں اور شعراء بدرجہء اولیٰ گمراہ ہیں۔ پھر سورۃ العصر کا اسلوب برقرار رکھتے ہوئے ایسے شعراء کو مستثنیٰ کیا گیا جو ایمان لا کر اعمالِ صالحہ کے عملی مظاہرے کریں۔ لیکن سورۃ الشعراء میں موقع کی مناسبت سے جو تیسری شرط رکھی گئی وہ اللہ کے ذکر کی کثرت ہے۔ کیوں کہ شعراء اپنے کلام میں جس قدر بھی اللہ کا ذکر کریں گے، وہ دین کی تبلیغ و اشاعت کا ذریعہ بنے گا۔ (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تفسیری حاشیے میں "وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا" کی تشریح میں "فی الشعر" کے الفاظ ہی لکھے ہیں)۔(۱۰)۔ چوتھی شرط یہ لگائی کہ دنیائے کفر کی جانب سے جو ہرزہ سرائی اسلام اور پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے کی جائے، اس کا بدلہ لیتے ہیں۔ ابولاعلیٰ مودودی نے ظلم کے لیے بدلہ لینے کے ذکر سے مملو آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لے لیا"۔(۱۱)

اس سے ظاہر ہوا کہ بدلہ لیتے وقت بھی اعتدال کا خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، یہاں بھی مبالغہ آمیز جواب کی راہ مسدود کردی گئی ہے۔

سورۃ العصر کا خطاب پوری بنی نوعِ انسان سے تھا اور سورۃ الشعراء کی مذکورہ آیات میں شاعروں کی پوری برادری کو مخاطب کیا گیا ہے۔ دونوں مواقع پر اسلوب کی یکسانیت اس بات کی غماز ہے کہ ایمان، اعمالِ صالحہ، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کی جو اہمیت بنی نوعِ انسان کے لیے ہے۔ انسانی معاشرے کے لیے "شاعروں" کے افعال (ان کی تخلیق [شعر] اور ان کے اعمال) کی اہمیت ویسی ہی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں متعدد بار اس بات کو دہرایا گیا ہے کہ اللہ کے نبی، حضور محمد مصطفےٰ ﷺ شاعر نہیں ہیں۔ سورۃ یٰسٓ میں تو صاف صاف فرمادیا کہ فنِ شعر نبی ﷺ کے شایانِ شان ہی نہیں ہے اس لیے انہیں یہ فن نہیں سکھایا گیا۔

"وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ"

"اور نہیں سکھائی ہم نے اس نبی ﷺ کو شاعری اور نہیں تھی اس کے شایانِ شان یہ چیز"(۱۲)

نبی علیہ السلام کے لیے علمِ شعر کی نفی کا صاف مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی ہر بات یقینی ہے جبکہ شعر میں تخیل کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ تخیل چاہے کتنا ہی راہِ راست پر کیوں نہ چلے "وحی" کے ذریعے عطا کیے جانے والے علم کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ جو قطعیت اور یقین کی کیفیت، وحی کے ذریعے عطا کیے جانے والے علم میں ہوتی ہے وہ انسانی کوشش سے لکھی جانے والی کسی تحریر میں پیدا نہیں ہوسکتی۔ اس کے

باوجود وحیِ ربانی کے تحت حاصل ہونے والی ہدایت اور اتباعِ نبوی میں عمل کی راست سمتی ،جس کو بھی حاصل ہوجائے، وہ عام انسان بھی اللہ کا پسندیدہ بن جاتا ہے اور اگر وہ شاعر ہوتو اس کے مراتب اور بلند ہوجاتے ہیں ۔احادیث کاذکرآگے آئے گا۔ یہاں اس بات کاذکرضروری ہے کہ شعراء کے لیے اللہ کے نبی جناب رسالت مآب ﷺ سے تخاطب کا اسلوب اختیا کرنے کے حوالے سے قرآنِ کریم میں کیااحکامات ملتے ہیں؟ ۔۔۔اس ضمن میں ہمیں امت کے عام لوگوں کے لیے جو اصول قرآنِ کریم میں ملتے ہیں انہی کا اطلاق شعراء پر بھی کرنا ہوگا۔کیوں کہ شاعر پہلے رسول ﷺ کا امتی ہے اور بعد میں اپنے فن شعر کا مظاہرہ کرنے والا نظم گو ہے ۔محمد اکرم اعوان نے ''اسرار التنزیل'' میں بڑے پتے کی بات کی ہے، وہ لکھتے ہیں :

''شاعر محض خیالی وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں جبکہ جو کچھ کہتے ہیں وہ نہ کرتے ہیں اور نہ کرنا ممکن ہوتا ہے ۔سوائے ان شاعروں کے جو ایمان سے مالا مال ہوئے اور نیک اعمال اپنائے یعنی شعروں میں بھی نیکی ،اللہ کی تعریف اور رسول اللہ ﷺ کی نعت اور اطاعت کی بات کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں،قلبی،عملی اور زبانی ہر طرح سے کہ ان کا شعر بھی اللہ کی یاد دلاتا ہے اور کفار کے مقابلہ میں ظلم کا جواب دینے کے لیے جنہوں نے شعر کہے یہ ان کا حق تھا کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا۔لہٰذا آپؐ کے متبع تو دنیا کے مثالی انسان ہیں''۔(۱۳)

*لفظ راعنا کے استعمال کی ممانعت:

سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، راعنا نہ کہا کرو، بلکہ اُنظُرْ نَا کہو، اور توجہ سے بات کو سنو!(۱۴)

ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم میں لکھا ہے:

''جب آنحضرت ﷺ کی گفتگو کے دوران میں یہودیوں کو کبھی یہ کہنے کی ضرورت پیش آتی کہ ٹھریے، ذرا ہمیں یہ بات سمجھ لینے دیجیے، تو وہ راعنا کہتے تھے ۔اس لفظ کا ظاہری مفہوم تو یہ تھا کہ ذرا ہماری رعایت کیجیے یا ہماری بات سن لیجیے ۔مگر اس میں کئی احتمالات اور بھی تھے ۔مثلاً عبرانی میں اس سے ملتا جلتا ایک لفظ تھا، جس کے معنی تھے ''سُن ،تو بہرا ہوجائے''۔اور خود عربی میں اس کے معنی صاحبِ رعونت اور جاہل و احمق کے بھی تھے ۔اور گفتگو میں یہ ایسے موقع پر بھی بولا جاتا تھا

جب یہ کہنا ہو کہ تم ہماری سنو، تو ہم تمہاری سنیں۔ اور ذرا زبان لپکا دے کر راعینا بھی بنالیا جاتا تھا، جس کے معنی ''اے ہمارے چرواہے'' کے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم اس لفظ کے استعمال سے پرہیز کرو اور اس کے بجائے انظرنا کہا کرو۔ یعنی ہماری طرف توجہ فرمائیے یا ذرا ہمیں سمجھ لینے دیجیے۔ پھر فرمایا کہ ''توجہ سے بات کو سنو''، یعنی یہودیوں کو تو بار بار یہ کہنے کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ وہ نبی کی بات پر توجہ نہیں کرتے اور ان کی تقریر کے دوران میں وہ اپنے ہی خیالات میں الجھے رہتے ہیں، مگر تمہیں غور سے نبی کی باتیں سننی چاہئیں تاکہ یہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے''۔ (۱۵)

یہاں اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے کہ مسلمان اور وہ بھی اصحاب رسول رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، کبھی اور کسی صورت میں بھی اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے لیے کوئی ایسا لفظ نہیں بول سکتے تھے جس میں آپ ﷺ کی ذات کے لیے ذم کا پہلو نکلتا ہو۔ راعنا، کے لفظ میں یقیناً اچھے معنی بھی تھے یعنی ''ہماری رعایت فرمائیے یا ہماری بات بھی سماعت فرمائیے''۔ اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ اللہ رب العزت مسلمانوں کے دلوں کا حال بھی جانتا تھا کہ وہ لوگ کبھی بھی اپنے نبی ﷺ کی توہین کا خیال تک دل میں نہیں لاسکتے۔ ایسی صورت میں صرف یہ حکم دینا شاید کافی ہوتا کہ یہودی اس لفظ ''راعنا'' میں ذم کے پہلو تلاش کرتے ہیں، اے ایمان والو! تم اس لفظ کے استعمال میں محتاط رہنا!...... لیکن ایسا کرنے کے بجائے اس لفظ ہی کو اسلامی لغت سے خارج کردینے کا حکم آیا۔ اس کے بجائے ''انظرنا'' کا لفظ رائج کیا گیا جو ہر طرح اچھے معانی کا حامل تھا۔

سورۃ البقرۃ کی درج بالا آیت میں آنے والی ممانعت سے ظاہر ہوا کہ اللہ رب العزت کو اپنے رسول جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ سے کتنی محبت ہے!...... اس موقع پر مجھے سورۃ الحجر کی ایک آیت یاد آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط علیہ السلام کے ذکر میں ان کی بدمستی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے پیارے نبی حضور ختمی مرتبت ﷺ کو ''قسم'' کھا کر یہ واقعہ سنایا۔ اور قسم بھی ''حضورِ اکرم ﷺ'' کی جان کی کھائی۔ فرمایا:

''لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ O

''قسم ہے تمہاری جان کی (اے نبیؐ) بے شک وہ اس وقت اپنی مستی میں اندھے ہو رہے تھے''۔ (۱۶)

اسی حوالے سے غالبؔ نے شعر کہا تھا:

ہر کس قسم بد آنچہ عزیز است می خورد سوگندِ کردگار بجانِ محمدؐ است (۱۷)

(ہر کوئی اس چیز کی قسم کھاتا ہے جو اسے عزیز ہوتی ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی جان کی قسم کھاتا ہے)

*نبی علیہ السلام سے مُخَاطَبَتْ کے آداب:

سورۂ حجرات کی ابتدائی آیات میں اللہ رب العزت نے ایمان لانے والوں سے خطاب فرمایا ہے اور انہیں اپنے نبی حضور علیہ السلام سے مُخَاطَبَت کے آداب سکھائے ہیں:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ○

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نہ بلند کرو اپنی آوازیں اوپر نبی کی آواز کے اور نہ اونچی کرو اپنی آواز اس کے سامنے بات کرتے وقت جیسے اونچی آواز میں بولتے ہو تم ایک دوسرے سے، کہیں ایسا نہ ہو کہ غارت ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر بھی نہ ہو○ بلاشبہ وہ لوگ جو پست رکھتے ہیں اپنی آواز رسول اللہ کے حضور، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا ہے اللہ نے تقویٰ کے لیے ان کے لیے ہے مغفرت اور اجرِ عظیم......

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○

درحقیقت وہ لوگ جو پکارتے ہیں تمہیں حجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔(۱۸)

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''اس آیت طیبہ میں بھی بارگاہِ رسالت کے آداب کی تعلیم دی جارہی ہے...... بتایا جارہا ہے کہ اگر تمہیں وہاں شرفِ باریابی نصیب ہو اور ہم کلامی کی سعادت سے بہرہ ور ہو تو یہ خیال رہے کہ تمہاری آواز میرے محبوب کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے۔ جب حاضر ہو تو ادب و احترام کی تصویر بن کر حاضری دو۔ اگر اس سلسلہ میں تم نے ذرا سی غفلت برتی اور بے پروائی سے کام لیا تو سارے اعمالِ حسنہ ہجرت، جہاد، عبادات وغیرہ تمام کے تمام اکارت ہو جائیں گے۔ پہلی آیت میں بھی یاایھا الذین اٰمنوا سے خطاب ہو چکا تھا۔ یہاں خطاب کی چنداں ضرورت نہ تھی، لیکن

معاملہ کی نزاکت اور اہمیت کے پیشِ نظر دوبارہ اہلِ ایمان کو یا یھا الذین اٰمنوا سے خطاب کیا۔ انہیں جھنجھوڑا اور بتایا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس پر زندگی بھر کی طاعتوں، نیکیوں اور حسنات کے مقبول و نامقبول ہونے کا انحصار ہے"۔(۱۹)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر اب بھی اپنی آواز پست رکھنے کا حکم برقرار ہے۔ عام زندگی میں حکمِ قرآن اور حکم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذرا سی بھی سرتابی، ایسی ہی ہوگی جیسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں اپنی آواز کا بلند کرنا۔ چناں چہ یہ لازمی ہے کہ قرآن و حدیث کا واضح حکم پا کر کوئی مسلمان اپنی رائے نہ دے۔

شعراء کا ہر شعر مُخَاطَبَت کا نمونہ ہوتا ہے۔ وہ تو اپنے تصور میں کائنات کی صامت اشیاء سے بھی مخاطبت کے عادی ہوتے ہیں۔ اپنے مجازی محبوب کو بھی اس کی غیر موجودگی میں موجود تصور کر کے ہی شاعری کرتے ہیں۔ اس لیے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں نعت لکھتے ہوئے ان کا یہ تصور کہ وہ خود بارگاہِ نبوی میں حاضر ہیں، بڑا قوی ہونا چاہیے۔ ایسی صورت میں ان کا مخاطبہ، اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کس نوعیت کا ہونا چاہیے اس کا انہیں ہر لفظ لکھتے ہوئے خیال رکھنا پڑے گا۔ غرضیکہ قرآن کریم کی درجِ بالا آیات اور ان کی تفسیر سے شعراء کو نعت کے لیے آداب سیکھنے چاہئیں۔

***حکمِ "صلوٰۃ علی النبی ﷺ":**

قرآنِ کریم میں صلوٰۃ علی النّبیّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم "نعت" نگاری کے حوالے سے اہم ترین حکم ہے۔ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے واضح اعلان فرمایا ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

"بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے لوگو جو ایمان لائے ہو درود بھیجو ان پر اور خوب سلام بھیجا کرو۔(۲۰)

قرآن کریم کی درجِ بالا آیت سے قبل بھی ایک آیت میں "یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ" کے الفاظ آئے ہیں، ذرا ان کا ذکر ہو جائے۔ سورۂ احزاب ہی کی آیت نمبر ۴۳ میں ہے:

"ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا○

''وہی ہے جو رحمت فرماتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے بھی (تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں) تاکہ نکال لائے تم کو تاریکیوں سے روشنی میں اور ہے وہ مومنوں پر بہت مہربان''۔(۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے {ھوالذی یصلی علیکم} کے معانی لکھے ہیں ''یغفرلکم''، اور {وملائکتہ} کے معانی لکھے ہیں ''یستغفرون لکم''۔(۲۲) ان الفاظ کی تفسیر میں شاہ محمد عبدالمقتدر قادری بدایونی نے لکھا:

''وہ اللہ تم پر اپنی رحمت اتارتا ہے، تم کو بخشتا ہے، اس کے فرشتے تمہارے لیے طلب مغفرت کرتے ہیں''۔(۲۳)

اب اس حکمِ الٰہی کو سمجھنے کے لیے تفسیر سے رجوع کرتے ہیں جو صلوٰۃ علی النبی کے حوالے سے سورہ احزاب کی محولہ بالا آیت ۵۶ میں آیا ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ کی جلالتِ شان کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کے لیے پہلے اس کے کلمات طیبات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آیتِ کریمہ میں فعل صلوٰۃ (درود) کے تین فاعل ہیں۔ [۱] اللہ تعالیٰ [۲] فرشتے

[۳] اہل اسلام۔ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بھری محفل میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کرتا ہے۔ فھی منہ عزوجل ثناءہ علیہ عندالملائکہ و تعظیمہ۔ [رواہ بخاری عن ابی العالیہ] علامہ آلوسی اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و تعظیمہ تعالیٰ ایاہ فی الدنیا باعلاء ذکرہ و اظہار دینہ و ابقاء العمل بشریعتہٖ و فی الآخرۃ تبشفیعہٖ فی امتہٖ و اجزال اجرہ و مثوبتہٖ و ابداء فضلہٖ للاولین بالمقام المحمود و تقدیمہٗ علی کافۃ المقربین بالشھود''

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے ذکر کو بلند کر کے، اس کے دین کو غلبہ دے کر اور اس کی شریعت پر عمل برقرار رکھ کے اس دنیا میں حضور کی عزت و شان بڑھاتا ہے اور روزِ محشر امت کے لیے حضور کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور کو بہترین اجر و ثواب عطا کر کے اور مقام محمود پر فائز کرنے کے بعد اولین اور آخرین کے لیے حضور کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور تمام مقربین پر حضور کو سبقت بخش کر حضور کی شان کو آشکارا فرماتا ہے۔ اور جب

اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو صلوٰۃ کا معنیٰ دعا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے پیارے رسول کے درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لیے دست بدعا ہیں ۔اس جملہ میں ان اللہ وملائکتہ الخ میں اگر آپ غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ جملہ اسمیہ ہے ۔لیکن اس کی خبر جملہ فعلیہ ہے ۔تو یہاں دونوں جملے جمع کر دیئے گئے ہیں ۔اس میں راز یہ ہے کہ جملہ اسمیہ استمرار ودوام پر دلالت کرتا ہے اور فعلیہ تجدد وحدوث کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر دم، ہر گھڑی اپنے نبی مکرم پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور آپ کی شان بیان فرماتا ہے ۔اسی طرح اس کے فرشتے بھی اس کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں......تو اے اہلِ ایمان تم بھی میرے محبوب کی رفعت شان کے لیے دعا مانگا کرو......اس آیت میں ہمیں بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کا حکم دیا گیا ہے‘‘ ۔(۲۴)

قرآنِ کریم فرقانِ حمید کی زیرِ مطالعہ آیت کے تحت اگر ہم حضور علیہ السلام کی رفعتِ شان کے لیے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کرنے کا اعلانِ ربانی سامنے رکھیں تو بات اور واضح ،صاف اور اظہر من الشمس ہو جاتی ہے ۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"

○اور بلند کر دیا ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر (۲۵)

اس سورہ کے تفسیری حاشیے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

’’پھر آیت آئی کہ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند نہیں کیا اور اس کو شائع نہیں کیا، ہم نے اپنے نام کے ساتھ آپ کے ناموں کو ملا کر اذان واقامت و دعا وکلمہ شہادت میں ذکر نہیں کیا کہ جب ہمارا ذکر ہو تو آپ کا ذکر بھی ساتھ ہی ہو؟ حضور ﷺ نے اقرار کیا اور کہا: نعم [ہاں]‘‘ ۔(۲۶)

اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کی شہادت ہر زمانے میں ملتی رہی ہے ۔اذان، اقامت، دعا وکلمہء شہادت کے علاوہ انسانی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام قائم فرمایا کہ امت کا ہر فرد زیادہ سے زیادہ حضورِ اکرم ﷺ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہتا ہے ۔شعراء کو تو خصوصی طور پر یہ وصف عطا ہوا ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر محبت بھرے تخلیقی لہجے میں کرتے رہیں ۔مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عظمت کے گن گاتے رہتے ہیں ۔اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

*حق بات کہنے کا حکم:

قرآنِ پاک میں فرمایا گیا:

"یَآاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا o

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو......

یعنی اللہ کو جو بات ناپسند ہے، اس سے پرہیز کرو، ایذاء رسول کا ذکر ہی کیا ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے سدیدًا کا ترجمہ کیا ہے"صحیح بات"۔قتادہ نے کہا: انصاف کی بات۔بعض نے کہا: سیدھی بات۔کچھ لوگوں نے کہا: حق تک پہنچنے کا قصد رکھنے والی بات۔تمام اقوال کا نتیجہ ایک ہی ہے یعنی سچی بات جو قطعاً جھوٹ نہ ہو اور نہ اٹکل پر مبنی ہو۔کیوں کہ جھوٹ فنا ہو جاتا ہے اور سچ باقی رہتا ہے"۔(۲۷)

*کام میں نفاست کا حکم:

حضرت داوٗدعلیہ السلام کے بارے+ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں خبر دی:

"وَ اَلَنَّا لَہُ الۡحَدِیۡدَ o اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرۡ فِی السَّرۡدِ...

"اور ہم نے ان [داوٗدؑ] کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔لوہا آپ کے ہاتھ میں موم یا گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہو جاتا تھا۔جس طرح چاہتے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو موڑ دیتے تھے......[ہم نے ان کو حکم دیا] کہ ایسی کشادہ پوری لمبی زرہیں بناوٴ جو زمین میں گھسٹتی چلیں اور [کڑیوں کے جوڑنے میں] اندازہ رکھو۔[سرد۔کھال کو سینا، مجازاً مراد ہے زرہ بننا، یعنی زرہ کی بناوٹ میں ایک خاص انداز رکھو، کڑیاں اور کیلیں خاص تناسب کے ساتھ بناوٴ۔نہ اتنی پتلی کہ پھٹ جائیں، نہ اتنی موٹی کہ کڑیاں ٹوٹ جائیں"۔(۲۸)

یہاں اس بات کا احساس دلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد کو زرہ بنانا سکھایا تھا تو اس کام میں نفاست پیدا کرنے کی تعلیم بھی دی تھی۔پیر محمد کرم شاہ الازہری نے یہ نکتہ بیان کیا ہے:

"جو کام کرو بڑے سلیقہ اور ہنرمندی سے کرو، جو چیز بناوٴ اس میں پختگی اور نفاست دونوں کا پورا پورا خیال رکھو۔بے دلی اور بے احتیاطی سے کوئی کام کرنا مسلمان کو زیبا نہیں"۔(۲۹)

☆ اللہ تعالیٰ کی صنعت میں کوئی کجی نہیں ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اَلَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ط فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ لا ھَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ o ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ

اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيۡرٌ O"

''وہ ذات جس نے بنائے سات آسمان تہہ بہ تہہ نہ دیکھو گے تم رحمٰن کی تخلیق میں کوئی بے ربطی۔ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھو بھلا نظر آتا ہے تم کو کوئی خلل؟ O پھر دوڑا اَو نظر بار بار پلٹ آئے گی تمہاری طرف نگاہ تھک کر اور وہ نامراد ہوگی (خلل کی تلاش میں) (۳۰)

کلام اللہ کی ان آیات سے شاعر اپنے کلام کو آراستہ کرنے کا درس لے سکتا ہے۔ کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ ذرہ جیسی مادی شے کے بنانے میں سلیقے اور معیار کو برقرار رکھنے کا حکم دے رہا ہے تو غیر مادی اور آفاقی قدروں کے ہنر ''شاعری'' میں نہ تو فکری کجی پسند فرمائے گا اور نہ ہی بیان میں جھول کو سند قبول سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو بھی جبلتاً گھونسلے بنانا سکھایا ہے اور بعض پرندے بڑی نفاست سے اپنے گھونسلے بناتے ہیں۔ شاعر کو جو صلاحیتِ شعر گوئی ودیعت کی گئی ہے اور جو شعور عطا کیا گیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ وہ بھی اپنی تخلیق کو سنوارے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کی داد لینے کے لیے اس میں کجی کی نفی نہیں فرمائی ہے بلکہ انسان کو اپنی بے داغ تخلیقات کی طرف اس لیے متوجہ کیا ہے کہ وہ غور و فکر سے کام لے۔ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے، اس لیے انسانی کوشش سے وجود میں آنے والی اشیاء اور لطیف تخلیقات میں بھی حسن و جمال کو پسند فرماتا ہے۔

خلاصۂ کلام:

قرآن کریم کی جو آیات ہم نے حوالے کے طور پر اوپر نقل کی ہیں ان سے حضورِ اکرم ﷺ کی عظمت و رفعت کے اظہار کے ساتھ ساتھ امت کے لیے آپ ﷺ کے ذکر کی بلندی میں شامل ہونے کی ترغیب بھی ملتی ہے اور شعراء کے لیے رہنمائی بھی کہ کس طرح حضورِ اکرم ﷺ کی مدحت میں زبان کھولیں اور کس طرح آپ ﷺ کی بارگاہ میں اپنا نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کریں۔ کس طرح آپ ﷺ سے مخاطب ہوں؟ علاوہ ازیں تخلیق کے معیار کے اشارے بھی آیاتِ الٰہیہ سے متبادر ہیں۔

ان آیاتِ قرآنی میں معانی کا ایک جہان آباد ہے۔ ہر آیت کا ہر لفظ اپنی تشریحات کے لیے عمرِ خضر کا متقاضی ہے۔ پورا قرآنِ کریم ہی حضورِ اکرم کی شان کے بیان سے مملو ہے...... ع ہمہ قرآن در شانِ محمد (ﷺ)، اس کے ساتھ ہی قرآن کریم کی ہر آیت انسان کو تعلیم جمال دینے کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اختصاراً شعراء اور نقادانِ شعر کے لیے نعت کے متن کی تحسین اور پرکھ کے لیے چند آیات کا

حوالہ دے کر سمت نمائی کا فریضہ انجام دینے کی سعی کی ہے، اور بس۔

جاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مآخذ و منابع:

۱۔القرآن:۵۶:۵۱(آیت ۵۶:سورۃالذاریات ۵۱)

۲۔تفسیرِ مظہری۔جلد گیارہ۔ص ۱۷

۳۔ایضاً ص ۲۷

۴۔تفہیم القرآن، جلد پنجم:ص ۱۵۶

۵۔القرآن:۲،۳:۷۶

۵۔الف۔القرآن ۲۹:۱۸

۶۔القرآن:۶:۶۷

۷۔ایضاً:۱تا۳:۱۰۳

۸۔ضیاء القرآن، جلد پنجم:ص ۶۵۴

۹۔القرآن: ۲۲۴تا۲۲۷:۲۶

۱۰۔تفسیرِ ابن عباسؓ:ص ۳۷۶

۱۱۔تفہیم القرآن: جلد سوم:ص ۵۴۹

۱۲۔القرآن:۶۹:۳۶

۱۳۔اسرار التنزیل: جلد ۷، ص ۳۴

۱۴۔القرآن:۱۰۴:۲

۱۵۔تفہیم القرآن، ج اول:ص ۱۰۱

۱۶۔القرآن:۷۲:۱۵

۱۷۔شرح کلیاتِ غالب (فارسی) ص ۹۳

۱۸۔القرآن:۲تا۴:۴۹

۱۹۔ضیاء القرآن، جلد چہارم:ص ۵۷۸

۲۰۔القرآن:۵۶:۳۳

۲۱۔ایضاً ۴۳:۳۳

۲۲۔تفسیرِ ابن عباسؓ ص ۴۲۳

۲۳۔تفسیر ابن عباس [مترجم] جلد دوم:ص ۲۹۰

۲۴۔ضیاء القرآن، جلد چہارم:ص ۸۹

۲۵۔القرآن:۴:۹۴

۲۶۔تفسیرِ ابن عباس [مترجم] جلد دوم:ص ۷۸۵

۲۷۔القرآن:۷۰:۳۳

۲۸۔القرآن:۱۰:۳۴

۲۹۔ضیاء القرآن، ج چہارم:ص ۱۱۴

۳۰۔القرآن:۳،۴:۶۷

حریمِ نعت کا رمز شناس

حفیظ تائبؔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پروفیسر توقیر احمد، اٹک

غزل اردو کی مقبول اور دل پسند صنفِ سخن ہے۔ بے شمار شعرا نے غزل میں اپنی انفرادیت کا لوہا منوایا۔ عالم محسوسات کو حسنِ بیاں کے سانچے میں ڈھالنے والے شعرا کی یہ کثرت اس کی روز افزوں ترقی کا سبب اور مقبولیت کا راز ہے۔ نعت گوئی تاریخی اعتبار سے قدیم تر ہے لیکن اس کے باوجود نعت میں اپنا سکہ جمانے والے شعرا کم بل کہ بہت کم ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ نعت گوئی کو توجہ کم دی گئی، صوفیا کی تعلیمات میں اِسے روح کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حریمِ نعت میں باریابی بہت کم شعرا کا مقدر ٹھہری۔ حمد کی طرح نعت کا موضوع بھی توحید کا مظہر ہے۔ خدا کے احساس میں ایک بے تکلفی کی کیفیت پائی جاتی ہے مگر اُس کے حبیب کی بارگاہ میں ایک انتہائی متین نورانی حلقہ لفظوں کو پرکھتا ہے اور گراں باریِ تصورات کو پگھلاتا ہے۔ مدعا زرِ خالص ہو اور بیان آدابِ بیان کی قیود میں ہو تو رہ جاتا ہے، وگرنہ کلام ہوا ہو جاتا ہے۔ احکامِ خداوندی کے ساتھ یہ محض آپ ﷺ کی جامعیت کبریٰ کا اعجاز بھی ہے۔ ویسے بھی ایسے بے مثال پیکرِ محسوس کی ظاہری و باطنی لطافتیں بیان کی گرفت میں آئیں تو کیسے، جہاں ساری تشبیہیں خجل اور سارے استعارے شرمسار ہوں۔

یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ نعت نے فروغ لباسِ غزل ہی میں پایا۔ یعنی ہیئتی اعتبار سے غزلیہ نعتیں مقبولِ عام ہوئیں۔ عربی قصائد، فارسی رزمیے، مرثیوں، مثنویوں اور پھر غزلوں میں بھی متفرق نعتیہ اشعار شاعری میں شامل رہے۔ تاہم ڈاکٹر تحسین فراقی کی تحقیق کے مطابق بارھویں صدی ہجری کے دکھنی شاعر فراقیؔ نے سب سے پہلے اردو میں اس ہیئت کو باقاعدہ نعت کے لیے استعمال کیا۔ اردو زبان کی پیدائش و فروغ کا کھوج لگانے والے تمام تر محققین اس بات پر متفق ہیں کہ اردو زبان کی پیدائش کا تعلق کسی نہ کسی حوالے سے مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اردو زبان و ادب کی ایسی صنف جو مسلمانوں کے لیے جزوِ ایمان کی حیثیت رکھتی ہو، اُس میں صرف چند ایک شعرا کا اپنی انفرادیت کو منوانا، اِس صنف کے مشکل ترین ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ محض غزل کے فنی رموز کا عرفان اور اشہبِ تخیل کی شہسواری حریمِ نعت میں کارگر نہیں ہوتی اور نہ ہی خالی خولی عقیدت ہی کسی کام آتی ہے۔ اس کے تقاضے کچھ اور رہی ہیں، جنھیں نہ تو فکر کے کسی ایک زاویے کا پابند کیا

جا سکتا ہے اور نہ ہی فن کی کسی چوکھٹ کا مقید۔ چونکہ یہ ایک عام انسانی تعلق سے بلند تر تعلق ہے، سراپائے محبوبِ مجازی سے یک سر مختلف سراپا ہے، لطف و احسان کا جہانِ دیگر ہے، حضوریِ قلب کا ایک خاص مقام ہے، کیف و سرور کی ایک ناقابل بیان منزل ہے، اس لیے بیان کی درماندگی زیادہ قابلِ تعجب نہیں۔ حریمِ نعت میں داخلے کا پروانہ بختِ رسا کو ہی ملتا ہے۔

جدید اردو نعت گوئی میں یہ بختِ رسا حفیظ تائبؔ کے حصے میں آیا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اردو کی پوری نعتیہ شاعری میں وہ رجحان جسے حالیؔ، امیرؔ مینائی، محسنؔ کاکوری، اقبالؒ اور ظفر علی خاں نے پروان چڑھایا، اس کی حقیقی معنوں میں آبیاری کسی نے کی ہے تو وہ حفیظ تائب نے کی ہے۔ ایک محفل میں ایک نعت خواں نے خوش الحانی سے حفیظ تائب کی نعت پڑھی جس کا مطلع تھا:

خوشبو ہے دوعالم میں تیری اے گُل چیدہ

کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصافِ حمیدہ

کلام کی سلاست، الفاظ کا چناؤ اور ان پر لے کی روانی، مصرعوں کی متانت، آفاق پر پھیلی ہوئی فکر، حقیقت بیانی، مشاہدے کا شاہدا استعارہ ''چیدہ'' کا چیخنے والا ...... مگر چپ اور حمیدہ قافیہ اور سب سے بڑھ کر انتہائی مؤدب اور باسلیقہ لہجے نے دل میں ایک عجیب سا گداز بھر دیا جس میں کیف بھی تھا اور سرور بھی۔ آپ ﷺ کی علم گیر عنایات کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا۔ آفاق ''گل چیدہ'' کی مہک میں بسا ہوا محسوس ہوئے۔ یہی اُن سے میرا پہلا تعارف تھا۔ اب اکثر عرضِ نیاز کے لیے حفیظ صاحب کی زباں میرے کام آتی ہے، اطمینان ہوتا ہے کہ حدودِ ادب میں ہوں۔

حفیظ تائبؔ جدید نعت نگاری میں امام اور مجدد کہلائے۔ اتنی خوب صورت نعتیں کہنے والے شاعر کے عہد میں ایک بات اکثر دِل میں کھٹکتی رہی اور وہ یہ کہ نعت گوئی اور نعت خوانی عجیب و غریب فیشن سے دو چار ہوگئی ہے۔ بے روح کلام، بے سُری لے اور بے ہنگم شور شرابے نے نعت کے تقدس، رعنائی اور کیف کو مجروح کیا ہے۔ دنیاداری اور دنیاسازی کا ایسا غلبہ ہو چلا ہے کہ متاعِ درد و سوز بھی اِسی کی نظر ہوگیا۔ نعت گوئی عقیدت کے غلافوں میں لپٹی ہوئی ہے جسے تنقید کی کسوٹی پر لانا آداب کے منافی قرار دیا گیا ہے اور نعت خوانی کے لیے سوز و گداز و نیاز کے بجائے زرق برق لباس اور تال میل ملاتی بے شمار آوازیں لوازمے کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔ نعت کی عالی شان عمارت محامدِ رسول ﷺ کے عظیم تصورات کی فکر کے بجائے

گیتوں، نغموں اور غزلوں کی دھنوں پر اُنھی خیالات پر استوار ہونا شروع ہوگئی ہے۔ سستی شہرت کے شوقِ بے محابا نے گستاخانہ سراپا نگاری کو گانوں کی دھنوں پر چڑھا کر نعت کی حقیقی روح، متانت، ادب اور لحاظ کو نقصان پہنچایا۔ اس سلسلے میں سراپائے محبوبِ مجازی و حقیقی کے تقاضوں کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے جسے بسا اوقات نظر انداز کیا گیا۔ اس کڑے وقت میں ہماری نظر نعت کے جس معیار اور ٹکسال پر رکتی ہے وہ حفیظ تائب کے علاوہ کوئی اور نہیں۔

عبدالحفیظ، حفیظ تائبؔ (۲۰۰۴ء۔ ۱۹۳۱ء) اردو اور پنجابی کے مسلم الثبوت نعت گو شاعر تھے۔ اُن کا آبائی مسکن احمد نگر ضلع گوجرانوالہ تھا، یہیں انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اُن کے والد حاجی چراغ دین معلم تھے۔ ۷۴ء میں حج سے واپسی پر انھوں نے ''تحفت الحرمین'' مرتب کی۔ اسلام سے سچی محبت اور نبی کریم ﷺ سے قلبی تعلق ان کا خاندانی وصف تھا۔ حفیظ تائب کی والدہ، فاطمہ بی بی کی ٹانگوں میں اکثر درد رہتا تھا، ٹانگیں دبوانے کے ساتھ ساتھ وہ اُن سے نعت سنا کرتی تھیں۔ والد بھی اُن کے اِس فطری ذوق کی نگہداشت کرتے اور سراہتے۔ زمیندار ہائی سکول گجرات میں ان کے فطری شوق نے ظفر علی خاں کی نعت گوئی سے نکھار پایا۔ اس کی بابت ان کا کہنا تھا:

''میرے شوق کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ میں جب میٹرک میں تھا تو میں نے مولانا ظفر علی خاں کی تمام کتابیں لائبریری سے نکلوا کر اُن کی تمام نعتیں اپنی کاپی میں نوٹ کرلی تھیں۔'' (۱)

میٹرک کرنے کے بعد معاشی مسائل کے ہاتھوں رسمی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور واپڈا (برقیات) میں ملازم ہو گئے لیکن اس ملازمت کے دوران میں انھوں نے نہ صرف نعت گوئی کو پروان چڑھایا بلکہ نعتیہ ادب کی تحقیق و ترتیب پر بھی توجہ دی۔ اردو اور پنجابی نعت گوئی میں قابل ذکر اضافے ان کے مرہونِ منت ہیں۔ اسی زمانے سے اُن کی تحریریں ادبی دنیا، ادبِ لطیف، نقوش، فنون، آفاق اور زمیندار میں شائع ہوتی رہیں۔ ظفر علی خاں سے انھیں حد درجہ عقیدت تھی، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اُن کے دفتر کے سامنے سے گزرنے کے باوجود تحریریں بذریعہ ڈاک ارسال کرتے تھے۔ انھوں نے ۱۹۶۴ء میں فاضل اردو، ۶۵ء میں ایف۔ اے، ۶۹ء میں بی۔ اے اور ۷۴ء میں ایم۔ اے پنجابی کا امتحان پنجاب یونی ورسٹی سے امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور باقاعدہ تحقیق کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۱۹۷۹ء میں واپڈا سے سبکدوشی کے بعد ڈاکٹر وحید قریشی کی درخواست پر پنجاب یونی ورسٹی میں پنجابی کے لیکچرر مقرر ہوئے، ۹۲ء تک یہاں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اس دوران میں ''یوسف زلیخا دے پنجابی قصے'' کے عنوان پر پی۔ ایچ۔ ڈی کے علاوہ ان کے تین نعتیہ مجموعے (صلّو علیہ وآلہٖ، سک متراں دی، وسلّمو تسلیما) منظرِ عام

پر آئے۔ پہلے مجموعے پر ۱۹۷۸ء میں آدم جی ادبی انعام،دوسرے پر ۷۸ء ہی میں پاکستان رائٹرز گلڈ ایوارڈ اور تیسرے م پر ۱۹۹۰ء میں وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے پہلا صدارتی ایوارڈ ملا۔اس کے علاوہ ”وہی یٰسین وہی طٰہٰ،مناقب،لیکھ،کوثریہ،نسیب،تعبیر،اصحابی کاالنجوم،حاضریاں،حضوریاں،بے چہرگی اور کلیاتِ حفیظ اُن کی شعری تخلیقات ہیں۔انھوں نے چودہ سے زیادہ کتب کو مرتب کیا جن میں بیشتر نعتیہ ادب سے متعلق ہیں۔ان میں حافظ مظہرالدینؒ کا آخری مجموعۂ نعت ”میزاب“اور پیر نصیرالدین نصیرؔ کا ”دیں ہمہ اوست“ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حفیظ تائبؔ عشقِ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھلے ہوئے نعت گو تھے۔ان کی ذات اور نعت کا پیوند ایسا بے جوڑ تھا کہ میرزا ادیب نے عطاالحق قاسمی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”تائب صاحب کے بارے میں یہ خیال غلط ہے کہ وہ نعت کہتے ہیں،میرے خیال میں وہ نعت نہیں کہتے،نعت میں زندہ ہیں“ خُلقِ عظیم کا دم بھرنا اور اُسے اپنی ذات پر نافذ کرنا اپنے اندر بہت سا فاصلہ رکھتا ہے۔حفیظ تائبؔ نے فاصلوں کی اس خلیج کو اپنے فکر و عمل اور حسنِ اخلاق سے پاٹ دیا تھا۔اسی سے انھیں حضوری نصیب ہوئی اور بار بار بارگاہِ رسالت میں بلاوا آتا رہا۔فن پارہ فن کار کے داخل کا عکس ہوتا ہے،فن کار اگر چاہے بھی تو نہیں چھپا سکتا۔فن پارے (مراد صنفِ نعت ہے) کی جمالیات اگر فن کار کے داخل سے ہم آہنگ ہوں تو گوہرِ مراد ہاتھ آتا ہے وگرنہ سعیِ لاحاصل۔نعت کی روح اور مزاج نے اسی لیے ہر کس و ناقص کو قبول نہیں کیا۔صنفِ نعت میں باریاب ہونے والے شعرا درحقیقت اسی عکسِ جمیل کا مظہر ہیں جن کا تقاضا نعت کرتی ہے۔نعت نبی ﷺ کو محسوس کر کے ہی لکھی جا سکتی ہے۔اس کے بغیر نہ سوز پیدا ہوسکتا ہے نہ گداز اور نہ حقیقی نیاز کی منزل ہاتھ آسکتی ہے۔حفیظ تائب کا عام زندگی میں سوز و گداز،مؤدب لہجہ،نرم گفتگو،حسنِ اخلاق اور رہِ عمل، نعت میں اُن کی اور یجنیلیٹی کی بنیاد بنا۔عطاالحق قاسمی نے ان کے بارے میں کہا تھا:

> ”حفیظ تائب نے صرف نعت نہیں کہی،اپنی زندگی نعت کی طرح گزاری ہے۔میں انھیں دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ اگر نعت گوئی کے لیے انسان کا حفیظ تائب ہونا ضروری قرار دیا جائے تو ہم میں سے کتنے لوگ نعت گوئی کے اہل قرار پاسکیں گے۔“(۲)

نغمہ سرائی مشاہدے،تجربے،واردات،کیفیات اور جذبات سے جنم لیتی ہے۔نعت گوئی بھی بعینہٖ محسن اعظم کی دل میں بسی ہوئی لازوال محبت کا پُرخلوص نیازمندانہ اور عاجزانہ اظہار ہے۔عام نعت گو شعرا کے مقابلے میں حفیظ تائب نے مصحفِ محمدی ﷺ کے پاک اوراق کو غلاف سے نکال کر سینے میں اتارا، محسن انسانیت کے شب و روز کو تخیل میں بسایا؛مظہرِ انوار کے گرد و پیش کی ہر ہر چیز کو نگاہِ حسرت و الفت

سے دیکھا؛ آپ ﷺ کے رنج والم کو محسوس کیا تو پوری انسانیت کو شرمندۂ احساں پایا۔ یہ وہ عناصر ہیں جو حقیقی قدر، سچی محبت، سوز وگداز اور قرب ونیاز اور جذبۂ احسان مندی کا باعث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام عقیدت کا اظہار کرنے والوں کی رسمیت اور رواقعیت کے برعکس اُن کے ہاں جذبے کی وارفتگی اور عشق کی گرمی پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی لکھتے ہیں:

''تائب نے حضور ﷺ کی محبت کو دل کی تپش اور گرمی میں پکایا ہے۔ جس طرح سورج کی فطری گرمی میں پک کر تیار ہونے والا پھل زیادہ شیریں، زیادہ مزے دار اور زیادہ قوت بخش ہوتا ہے، اسی طرح تائب کی نعت شیریں ہے، مرغوب ہے اور پُر تاثیر ہے۔'' (۳)

حفیظ تائبؔ نے آپ ﷺ سے محبت کے عام تقلیدی عقیدت مندانہ رجحان کے برعکس اپنی سوچوں کو آزادی سے دیارِ حبیب کی سیر کرائی۔ تحقیق کی روشنی میں موضوعات وفروعات سے اجتناب کرتے ہوئے نبی پاک ﷺ ذاتِ اقدس کا مطالعہ کیا۔ اسی لیے اُن کے دل میں ایک خواہش یہ بھی رہی کہ وہ سیرت کے موضوع پر حاصل مطالعہ مبسوط انداز میں سپردِ قلم کریں۔ حفیظ تائبؔ اس مطالعے میں مرحلہ وار داخل ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کے کلام میں مکہ ومدینہ اپنے تمام تر جغرافیے اور مقاماتِ مقدسہ کی تفصیلات کے ساتھ ہمارے سامنے آتے ہیں، وہ مشاہدے کا نتیجہ ہوں یا بزمِ خیال کے چراغ۔ اُن کی کتاب ''اصحابی کالنجوم'' سیرت کے فیض یافتگان کا عکس منظوم ہے۔ اس سے محبت کے مختلف پہلوؤں کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔ ظفر علی خاں سے عقیدت کا ذکر کیا جا چکا ہے، ایسا عقیدت مند بارگاہ رسالت میں دیوانہ وار حاضری کی جرأت کیسے کرسکتا ہے۔ وہ تو آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر ہر چیز سے ''لپٹ لپٹ'' جاتا ہے۔ یہ دیوانگی بھی ہے اور فرزانگی بھی ہے جو اُن کی نعتوں سے چھلکتی ہے۔ تائب کی بیشتر نعتوں میں ماحول تقدس کی ایک فضا بناتا ہے، جو بتدریج حاضری پر منتہا ہوتا ہے۔ ایسے میں آپ ﷺ کے حیات افروز پیغامات، ارشادات، حالات اور واقعات از خود نعت میں شامل ہوتے رہتے ہیں لیکن محبت وعقیدت کی فراوانی صحت وصداقت کا دامن نہیں چھوڑتی۔ مستند روایات اور مصدقہ حالات کے علاوہ قرآنی آیات کو انھوں نے ایسے انداز میں پیش کیا ہے جسے عالمانہ سے زیادہ حکیمانہ کہنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس لیے کہ ان کو ایک عامی بھی احساس کی مدد سے سمجھ سکتا ہے۔ اس کے برعکس علامہ عبدالعزیز خالد کا انداز خالصتاً عالمانہ ہے جسے سمجھنے کے لیے بھی سمجھ درکار ہے۔ غرض روضۂ رسول ﷺ پر حاضری سے پہلے یہ مطالعے اور مشاہدے کے وہ حلقے ہیں جنھوں نے تائب کی نعت کو تابانی ودرخشانی بخشی ہے۔ سید رفیع الدین اشفاق ''اردو میں نعتیہ شاعری'' میں لکھتے ہیں:

''اُن کے (حفیظ) کلام میں ایک مفسر کی عالمانہ بصیرت، ایک محدث کی تحقیقی نظر اور ایک فقیہ کی

احتیاط ہر جگہ نمایاں ہے۔" (۴)

عام طور پر نعت میں حضورِ پُر نور ﷺ کے سراپے کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ غزل میں محبوبِ مجازی کے سراپے کا بیان اور نعت میں آپ ﷺ کا سراپا بیان کرنا ایک جیسا نہیں۔ غزل کی روایت کے زیرِ اثر عام طور اس فرق کو محسوس نہیں کیا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کا سراپا بیان کی قدرت میں ہے ہی نہیں۔ بسا اوقات نعت میں سراپا نگاری سے سوئے ادب کے پہلو نکلتے ہیں۔ حفیظ تائب کی نعتوں میں سراپے کے بجائے آپ ﷺ کے پیغام اور اوصافِ جمیلہ کو زیادہ اجاگر کیا گیا ہے، افادی پہلو سے یہ بہت اہم ہے۔ تائب کے ہاں نعت محض ثواب کمانے کا ذریعہ نہیں ہے؛ انھوں نے آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے فیض کو عام کرنے کے لیے نعت میں سیرت نگاری پر خصوصی توجہ دی۔ "حضوریاں"، میں شامل نعت" ذہن اڑنے لگا سوئے شہرِ نبی" اس سلسلے میں خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ نعت کا اصل مقصد آپ ﷺ سے والہانہ وابستگی اور کامل پیروی ہے، یہ نکتہ ان کے پیش نظر رہا۔ یہ وہ بات ہے جس کے ہوتے ہوئے زورِ کلام کی حاجت نہیں رہتی۔ ویسے بھی "فصیح عرب" کے حیات افروز تصورات کے شعری بیان میں، حسنِ بیان کی ساری لطافتوں کا از خود در آنا قابل تعجب نہیں۔ اقبالؒ کے ہاں بھی یہی کیفیت ہے، تائب بھی ان سے متاثر ہوئے۔ تائبؔ نے نعت کے موضوعاتی کینوس کو وسیع کرنے کے ساتھ ساتھ وہ لہجہ بھی دیا جو صرف نعت سے مخصوص ہے۔ لہجے میں آواز اور احساس دونوں چیزیں شامل ہیں۔ دراصل لہجہ ہی شعری اصناف کے مزاج کا تعین کرتا ہے۔ آوازوں کا زیر و بم، مقدار، ارتفاع، سوز اور گداز لمحاتی چیز نہیں ہے، یہ تو شخصیت کی ایک متوازن تربیت اور فطری میلان کا مسلسل تجربہ ہے۔ نعت شخصیت کی طرح لہجے کی اوریجنیلٹی کا تقاضا کرتی ہے۔ تائبؔ کو خدا نے خوش قسمتی سے وہ لہجہ بھی عطا کیا تھا جو نعت کے شایانِ شان ہے۔ فطری محبت اور شعوری کوشش سے انھوں نے نعت میں متوازن فکر کے ساتھ متوازن آواز اور لہجے کو برتا۔

ذہن میں رکھ آیۂ "لا ترفعوا اصواتکم" بات کر طبعِ پیمبر ﷺ کی نفاست دیکھ کر

اور

سانسوں کا تموج بھی اِک بار لگا مجھ کو وہ مرحلہ بھی آیا سرکار کے قدموں میں

ڈاکٹر سید عبداللہ نے "صلو علیہ و آلہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے تائبؔ کی آواز کو وفورِ شوق وعقیدت کی آواز قرار دیتے ہوئے لکھا تھا:

"حفیظ کی ہر نعت میں یہ کیفیت موجود رہتی ہے، مگر اس کی نعت میں صرف آواز اور لہجہ ہی نہیں، اس میں حرفِ مطلب بھی ہے، یعنی وصفِ حسن بھی ہے، مگر غزل کا سا نہیں۔ اظہارِ شوق بھی

ہے مگر گیت کا سا نہیں، توصیف بھی ہے مگر قصیدے کے مانند نہیں۔اس میں التجا و تمنا بھی ہے مگر گدایانہ نہیں، اس میں طلب و تقاضا بھی ہے مگر زرو مال و متاعِ قلیل دنیا کا نہیں، انسانیت کے لیے چارہ جوئی کا۔‘‘(۵)

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطالعے نے تائبؔ کی نعت گوئی کو موضوعاتی تنوع عطا کیا۔ان میں سے ایک اہم موضوع جو تائبؔ کی انفرادیت کا مظہر ہے وہ امداد طلبی، استمداد و استغاثہ ہے۔لیکن اس میں وجودی فکر نہیں ہے۔اس باب میں انھوں نے حالیؔ، اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور ظفر علی خاں کی روایت کو توسیع دی۔نعتیہ شہر آشوب میں حالیؔ کی ’’عرضِ حال‘‘اقبالؒ کی مثنوی ’’پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق‘‘ کی تمہید اور متفرق اشعار، ظفر علی خاں کی ملی نظمیں قیمتی سرمایہ ہیں۔تائب کے نعتیہ شہر آشوب اس پُرسوز سرمائے پر گراں مایہ اضافہ ہیں۔وہ بارگاہِ نبوی میں خالی عقیدت کے پھول لے کر نہیں جاتے، وہ صرف سلامِ عید نہیں لے کر جاتے بل کہ قومی درد اور کرب بھی لے کر جاتے ہیں، اخلاقی تباہی کا نوحہ لے کر جاتے ہیں، ملکی و ملی مسائل کے حل کے لیے عرضِ نیاز لے کر جاتے ہیں، روحِ عصر لے کر جاتے ہیں، ملاحظہ کیجیے:

اے نویدِ مسیحا ! تری قوم کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا
اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبی
روح ویران ہے، آنکھ حیران ہے، ایک بحران تھا، ایک بحران ہے
گلشنوں، شہروں، قریوں پہ ہے پرفشاں، ایک گھمبیر افسردگی یا نبی
سچ میرے دور میں جرم ہے، عیب ہے جھوٹ فنِ عظیم آج لا ریب ہے
ایک اعزاز ہے جہل و بے راہ روی، ایک آزار ہے آگہی یا نبی
زیست کے تپتے صحرا پہ شاہِ عرب، تیرے اکرام کا ابر برسے گا کب
کب ہری ہوگی شاخِ تمنا مری، کب مٹے گی مری تشنگی یا نبی
یا نبی اب تو آشوبِ حالات نے تیری یادوں کے چہرے بھی دھندلا دیئے
دیکھ لے تیرے تائبؔ کی نغمہ گری، بنتی جاتی ہے نوحہ گری یا نبی

حفیظ تائب کے نعتیہ کلام کا فنی مرتبہ بھی اپنے معاصرین میں بہت بلند ہے۔موضوعاتی پھیلاؤ کی بدولت مختلف شعری ہیئتوں میں نعتیں کہیں اور کامیاب نعتیں کہیں۔ان کے تصورات واضح تھے، مطالعہ وسیع تھا اس لیے نہ تو ابلاغ ابہام کا شکار ہوا اور نہ ہی لفظوں کی کوئی کمی دکھائی دیتی ہے۔بیان میں ادب، لحاظ، عقیدت، نیاز مندی، شائستگی، شگفتگی، برجستگی اور روانی دکھائی دیتی ہے۔عشق کے سوز و گداز سے وہ بھاری بھرکم

لفظوں کو بھی نرم کر لیتے ہیں۔صنائع لفظی و معنوی کا ماہرانہ استعمال جا بجا دکھائی دیتا ہے جو شاعرانہ فکر سے مل کر کلام کو پُر اثر اور دل کش بنا تا ہے۔تائبؔ کے کلام کی خوبیوں کو قلم انداز کرتے ہوئے اُن کا نعتیہ منشور اُنھی کی نعت کی صورت میں پیش کر کے رخصت چاہتا ہوں۔

پلکوں سے چل کے آ

شوق و نیاز و عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ
یہ کوچۂ حبیب ہے ، پلکوں سے چل کے آ
امت کے اولیاء بھی ادب سے ہیں دم بخود
یہ بارگاہِ سرورِ دیں ہے سنبھل کے آ
آتا ہے تُو جو شہرِ رسالت مآب میں
حرص و ہوا کے دام سے باہر نکل کے آ
ماہِ عرب کے آگے تری بات کیا بنے
اے ماہتاب روپ نہ ہر شب بدل کے آ
سوز و تپش سخن میں اگر چاہتا ہے تُو
عشقِ نبی کی آگ سے تائبؔ پگھل کے آ

حوالہ جات

۱۔رضیہ تبسم؛حفیظ تائب کی نعتیہ شاعری؛اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ۹۴۔ ۱۹۹۲ء
۲۔عطاالحق قاسمی؛روز نامہ نوائے وقت،لاہور،یکم نومبر ۱۹۹۴ء
۳۔ڈاکٹر تحسین فراقی؛نعت گوئی کا منشور......صلّو علیہ وآلہ
۴۔ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق؛اردو میں نعتیہ شاعری؛ناگپور یونیورسٹی،۱۹۵۵ء
۵۔حفیظ تائب؛صلّو علیہ وآلہ؛القمر پرنٹرز،لاہور،بار چہارم ۲۰۰۴ء

سید شاکر القادری کی ایک نعت

۔۔۔۔۔خصوصی مطالعہ

مائل شبلی، اٹک

یہ سب سنسار بس لفظوں کا گورکھ دھندا ہے۔لفظ نہ ہوں تو ہر چیز اپنی پہچان کھو دے۔کہتے ہیں یہ ابلاغ کا وسیلہ اور اظہار کا ذریعہ ہیں، پر لفظ تو آڑی ترچھی لکیریں ہیں یا کٹی پھٹی شکلیں، مٹی کی بے جان مورتیں ہیں جیسے گھگھو گھوڑے یا مہر بہ لب ہیں جیسے کوئی افسردہ و اداس محو یاس بیٹھا ہو۔ہوسکتا ہے لفظوں کی زباں نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے زبان رکھنے کے باوجود ان میں قوت گویائی نہ ہو۔لفظ و معنی میں نطق و لسان کا رشتہ اور جسم و جان کا ناتا ہے۔لفظوں کی مردہ کھیتیاں مطالب کی رم جھم سے زندہ ہوتی ہیں اور یہ تب بولتے ہیں جب ان کے منہ میں معانی کی زباں ہوتی ہے۔

موت کیا ہمیشہ سے ایک زندہ حقیقت نہیں؟ زندگی بھی مر بھی جاتی ہے، مگر نقد جاں پیش کر کے جو شہادت گہِ الفت میں قدم رکھتے ہیں، امر ہو جاتے ہیں۔لفظ تو ازل سے بولے اور زمانوں سے لکھے جا رہے ہیں۔مصحف کائنات پر اربوں کھربوں لفظ رقم ہو چکے ہیں اور ان گنت شبد زمانے کی سماعتوں میں انڈیلے جا چکے ہیں، مگر جہانِ دہر میں جو لفظ امر ہوئے وہ کس قدر ہیں؟ بے شمار باتیں الفاظ کے سانچوں میں ڈھلیں، زبانوں سے ڈھلکیں اور کھو گئیں، لاتعداد کلمے نوکِ قلم سے ٹپکے اور موت نے ان سے قطرہ قطرہ حیات چوس لی۔فکر کی کہنہ دکانوں پر پژمردہ اور کمہلائی ہوئی لفظیات کے ڈھیر لگے ہیں مگر ان کا خریدار کوئی نہیں۔عقیدت کی مدھانی جن لفظوں کو بلوتی اور محبت کی مشاطہ مدحت کی مالاؤں میں پروتی ہے وہی لفظ ثمر بار ہوتے ہیں۔جن لفظوں کے معانی حق کی شہادت نہیں دیتے وہ بے ثمر رہتے ہیں۔

کلام کی قدر قائل سے نہیں مقولے سے متعین ہوتی ہے۔حمد و نعت ایسی اصناف سخن ہیں جن کا اعتبار منعوت سے قائم ہوتا ہے اور ان کی ساکھ ممدوح کی نسبت سے بنتی ہے۔حریم نعت میں داخل ہونے والے الفاظ محترم ٹھہرتے ہیں اور شاہِ ہر دوسرا کی آبرو پر نثار ہونے والے معانی معتبر قرار پاتے ہیں۔

لفظوں کے بازی گر اور معانی کے مینا کار تو بہت ہیں مگر نعت سے رشتہ رکھنے والے افراد نسبتاً کم ہیں، شاید اس لیے کہ نعت کہنا مشکل ہے۔تنی ہوئی رسی پر چلنا اور شمشیر کی دھار پر پاؤں رکھنا نعت کہنے سے آسان ہے۔دونوں میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں، البتہ ایک میں جان کا ضیاع ہے تو دوسری میں ایمان کا

زیاں ۔اردو نعت گوئی کی عمر گو کہ زیادہ نہیں لیکن اس کی قامت کئی زبانوں سے بلند ہو چکی ہے ۔اس کے شعراء نے اس صنف کو کئی نئی جہات عطا کی ہیں اور خیال کے بہت سے سانچے وضع کیے ہیں ۔نعت کہنے والوں میں اب سید شاکر القادری بھی ایک بڑا نام ہے ۔ان کی نعتوں میں جدت طرازی اور بلند خیالی کے بہت سے اچھوتے نمونے موجود ہیں ۔لفظی و معنوی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ان کی نعتیں طرح دار ہی نہیں باوقار بھی ہیں ۔بدیع ،بیان اور معانی کی کئی کئی صنعتیں مروارید کی طرح سلک اشعار میں پرو دیتے ہیں ۔خوبصورت تراکیب ،برمحل تلمیحات ، نئے استعارے ،عمدہ تشبیہات ،مجاز و کنائے کا درست استعمال اور خیال آفرینی ان کے کلام کو چار چاند لگا دیتی ہے ۔ان کے خاص مسلک پر مبنی کچھ اشعار کے مضامین سے ضرور اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر ان کی خوبی سے انکار ممکن نہیں ۔بلا شبہ انہوں نے معرکے کی نعتیں کہیں مگر زیرِ نظر نعت بہت غضب کی ہے

سرورِ سروراں ،فخرِ کون و مکاں تجھ سا کوئی کہاں تجھ سا کوئی کہاں
تیری چوکھٹ ہے بوسہ گہِ قدسیاں تجھ سا کوئی کہاں تجھ سا کوئی کہاں
جو زمانے میں پامال و بدحال تھے،ان کو بخشے ہیں تو نے نئے ولولے
تجھ سے روشن ہوا بختِ تیرہ شباں، تجھ سا کوئی کہاں تجھ سا کوئی کہاں
حدِ روح الامینی سے بھی ماوراء تیری محشر خرامی ہے معجز نما
اے گلستانِ وحدت کے سروِ رواں تجھ سا کوئی کہاں تجھ سا کوئی کہاں
تیرا طرزِ تکلم ہے موجِ صبا تیرے الفاظ پر نو رونکہت فدا
نطق سے تیرے ناطق ہے ربِ جہاں تجھ سا کوئی کہاں تجھ سا کوئی کہاں
زینت افزائے برجِ 'دنیٰ' ہے توئی مسند آرائے عرشِ علا ہے توئی
ہے توئی بزمِ 'قوسین' کا راز داں تجھ سا کوئی کہاں تجھ سا کوئی کہاں
تیری رحمت ،عداوت فراموش ہے تو عطا پاش ہے تو خطا پوش ہے
دشمن جاں کو بھی تو نے بخشی اماں تجھ سا کوئی کہاں تجھ سا کوئی کہاں
بانوے بانوانِ جہاں فاطمہ ،حیدر و شبّر و شاہ گلگوں قبا
تیری عترت سے قائم ہے حق کا نشاں تجھ سا کوئی کہاں تجھ سا کوئی کہاں
وہ جسے تیرا آئین مرغوب ہے،کب وہ تہذیبِ حاضر سے مرعوب ہے

تیری سیرت تمدن کی روحِ رواں تجھ سا کوئی کہاں تجھ سا کوئی کہاں
قائدِ انس و جاں خسرِ وِخشک وتر رہبرانِ امم تیرے دریوزہ گر
تیرا ہر نقشِ پا نورِ دیدہ وراں تجھ سا کوئی کہاں تجھ سا کوئی کہاں
میرے الفاظ درماندہ و بے نوا میر اسرمایۂ فکروفن نارسا
مجھ سا عاجز کہاں تیری مدحت کہاں، تجھ سا کوئی کہاں تجھ سا کوئی کہاں

یہ نعت گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج اٹک کے مجلہ مشعل کی موجودہ اشاعت ۲۰۱۴ء میں بھی شامل ہے۔ افسوس کہ مجلے کے کارپردازوں نے اس سے ناروا سلوک روا رکھا۔ اس کے مدارالمہام کی غفلت و نااہلی نے اس نعت کو غلطیوں کی پوٹ بنا دیا۔ اگرچہ اس کے علاوہ بھی مشعل کے مشمولات املاء کی غلطیوں سے بھرے پڑے ہیں مگر اس نعت پر اربابِ مشعل نے خصوصی کرم فرمایا، جس کا ثبوت دس اشعار کی نعت میں بیس فاش غلطیاں ہیں۔ اکثر ایسی جن سے شعر بے معنی ہو جاتے ہیں یا اصل مفہوم سے بہت دور جا پڑتے ہیں۔ ایک غلطی تو اتنی سنگین ہے کہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صریح گستاخی شمار ہو سکتی ہے۔ یہاں اس کا اظہار شاید بے موقع نہ ہو کہ مشعل شاندار ادبی روایت کا حامل ایسا مجلہ ہے جس کی ترتیب وادارت میں قدآور علمی ادبی شخصیات کا ہاتھ رہا ہے، مگر حالیہ اشاعت نے اس روایت کو متاثر کرتے ہوئے اربابِ مشعل کے کردار پر ایک سوالیہ نشان کھڑا کر دیا ہے۔ لاکھوں کے مصرف سے اشاعت پذیر ہونے والا مجلہ املائی غلطیوں کے علاوہ مشمولات اور کمپوزنگ کے اعتبار سے بھی بہت کمزور ہے۔ قرآنی آیات تک میں کھلی کھلی غلطیاں موجود ہیں۔ اس لیے چاہیے یہ کہ رسالہ تقسیم کرنے کی بجائے طابع و ناشر کو واپس کر کے اسی قیمت پر دوسرا رسالہ طبع کرنے کا حکم دیا جائے۔

سید شاکر کی بحر اور اسلوب میں حضرت سید نفیس رقم علیہ الرحمۃ بھی ایک شہرۂ آفاق نعت کہہ چکے ہیں:

اے رسولِ امیں، خاتم المرسلیں، تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقیں، تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

حضرت نفیس کو یہ نعت کہنے میں تقدیم کا شرف حاصل ہے، اس لیے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ سید شاکر کی نعت اسی کا تاثر ہو اور ان کے ذوق رسا نے اس کے لیے خاکہ یہاں سے کشید کیا ہو۔ ابھی موقع نہیں کہ دونوں نعتوں کا تفصیلی موازنہ کیا جائے مگر اتنا خیال ضرور ہے کہ سید شاکر کی نعت حضرت نفیس کے ساتھ ایک ہی ترازو میں تل سکتی ہے۔ حضرت نفیس رقم کی ردیف صریح اور دوٹوک جواب ہے جب کہ سید شاکر کی ردیف میں مبہم سوال ہے، جسے استفہام انکاری کہہ سکتے ہیں، اس کا جواب ہے کہیں نہیں،

کہیں نہیں ۔ ''کوئی نہیں'' کہہ کر ایک نے افراد سے نفی کی اور ''کہیں نہیں'' کہہ کر دوسرے نے اماکن سے نفی کی ۔نتیجہ دونوں صورتوں میں ایک ہی برآمد ہوا۔

سید شاکر کی نعت میں ہر مصرع دو مساوی حصوں میں تقسیم ہے،اور ہر حصے کے آخری الفاظ ہم قافیہ ہونے کی وجہ سے خوبصورت سُر پیدا ہوتے ہیں ۔ ہر شعر میں ایک سلسلہ کلام دوسرے مصرعہ کے قافیہ پر اختتام پذیر ہوتا ہے اور ٹیپ کے بند کی طرح ردیف بار بار دہرائی جاتی ہے،اس سے نعت کا معنوی پیکر بنتا ہے اور شعر کے الفاظ ایک لڑی میں پروئے ہوئے لگتے ہیں ۔اس طرح ہر شعر میں مکمل بات قاری کے سامنے آجاتی ہے، ہر شعر اپنی جگہ مکمل ہونے کے باوجود کل کا ایک جزو ہے کیوں کہ غزل کی طرح اس نعت کے تمام اشعار میں معنوی ربط موجود ہے جس نے اس کا شیرازہ باندھ کر کثرت کو ایک وحدت میں سمو دیا ہے ۔اگر چہ ایک دو اشعار میں بھاری ترکیبوں سے نغمگی و روانی میں فرق آتا محسوس ہوتا ہے مگر اندرونی قوافی اور حروف علت کا مناسب استعمال نعت کا خوبصورت مجموعی آہنگ اور ترنم تخلیق کرتا ہے جس سے ایک پر کیف نغمہ فضا میں بکھرتا چلا جاتا ہے۔

نعت میں برتی جانے والی تلمیحات یک لخت صدیوں پیچھے لے جاتی ہیں ۔''حدروح الامینی'' کی ترکیب میں معراج کے اس ٹکرے کا بیان ہے جس میں رفاقت سے حضرت جبرئیل امین کی معذرت کا ذکر ہے ۔برج دنیٰ اور بزم قوسین کے الفاظ میں ان قرآنی آیات کی طرف اشارہ ہے جن سے ایک تفسیر کے مطابق بلاحجاب تجلی ٔ حق کے مشاہدے کا پتہ چلتا ہے ۔دشمن جاں کو بھی تو نے بخشی اماں فتح مکہ کے موقع پر اعلان عام ''لاتثریب علیکم الیوم'' کی طرف مشیر ہے ۔''شاہ گل گوں قبا'' سیدنا حضرت حسینؓ اور واقعہ کربلا کی تلمیح ہے ۔

کنایہ اتنی خوبصورتی سے استعمال ہوا ہے کہ جہاں سمجھ آجائے وہاں مسحور کر دیتا ہے،مثلاً ''بوسہ گہِ قدسیاں'' ملائک کی حاضر باشی سے کنایہ ہے اور تصور میں یوں آتا ہے جیسے ملائک کا تانتا بندھا ہوا ہو اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر وہ دہلیز مصطفی کو بوسے دے رہے ہوں ۔''تیرہ شباں'' گم کردہ راہ لوگوں سے ''پامال'' کمزوروں اور زیر دستوں سے کنایہ ہے ۔''بزم قوسین کا راز داں'' آپ کی علو شان سے کنایہ ہے ۔

تشبیہات کا حُسن سید شاکر کے ذوقِ حَسن پر دلالت کرتا ہے ۔حضورؐ کے طرز تکلم کو موج صبا سے تشبیہ دی ہے ۔جیسے صبا نشاط انگیز ہوتی ہے اسی طرح آپ کا طرز تکلم بھی دل وجاں کو پر نشاط کر دیتا ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان ہے حضور ﷺ اتنا آہستہ کلام کرتے کہ کوئی گننا چاہتا تو آپ ﷺ کے حرف شمار کر سکتا تھا ۔آپ کے الفاظ کو نور و نکہت سے ،توحید کو گلستان سے اور اس گلستاں میں آپ کو سرو رواں سے تشبیہ دینا محظوظ کرتا ہے ۔خرام کو محشر سے تشبیہ دی ہے ۔حسینؓ کے خون شہادت کو گل گوں قبا

سے استعارہ کیا ہے۔بخت تیرہ شباں میں اضافت استعاری ہے۔نطق سے تیرے ناطق ہے رب جہاں میں منہ کو نطق کہنا اور اس سے رب جہاں کو ناطق کرنا مجاز مرسل ہے۔اسی طرح ''تجھ سے روشن ہوا بخت تیرہ شباں'' اور ''میرے الفاظ درماندہ و بے نوا'' بھی مجاز مرسل کے قبیل سے ہے۔

''سرورِ سروراں، کوئی کہاں'' میں صنعت تماثل حرفی مقدم ''رحمت عداوت، پاش پوش، مرغوب مرعوب'' میں تماثل حرفی موخر کا خوبصورت استعمال ہے۔''مال حال، صبا فدا، عطا خطا'' میں صنعت مبادلۃ الراسین کا استعمال ہوا ہے۔''کون و مکاں، انس و جاں، خشک و تر'' مرکب عطفی ہونے کے ساتھ ساتھ صنعت تضاد کا نمونہ بھی ہیں۔تو عطا پاش ہے، تو خطا پوش ہے میں صنعت تضاد بھی ہے اور صنعت ترصیع بھی۔ ''مرغوب ہے، مرعوب ہے'' میں صنعت ترصیع استعمال ہوئی ہے۔''نطق'' و ''ناطق'' میں صنعت اشتقاق پائی جاتی ہے۔''پاش'' و ''پوش'' میں شبہ اشتقاق و تجنیس لاحق کا، اور ''مرغوب'' و ''مرعوب'' میں تجنیس خطی کا سراغ ملتا ہے۔''بخت تیرہ'' اگر حسن اتصال کا حامل ہے تو مصرعہ ''تیرا طرز تکلم ہے موج صبا، تیرے الفاظ پر نور نکہت فدا، نطق سے تیرے ناطق ہے رب جہاں'' مراعاۃ النظیر کا نمونہ ہے۔چھٹے شعر میں بھی یہی صنعت استعمال ہوئی ہے۔سید شاکر کی نعت میں حسن تخلیق بھی ہے اور حسن ترکیب بھی۔استعارہ کی خوبی بھی ہے اور تشبیہ کا لطف بھی، مضمون کی متانت بھی ہے اور معانی کی بلندی بھی۔

نعت کا اصل موضوع حضور ﷺ کی ذات والاصفات ہے اور اس کی غایت آپ ﷺ کی مدح وثنا ہے۔مدح کا ایک پیرایہ بیان اندرونی جذبوں کی عکاسی ہے۔شاعر تخیل کے بل بوتے پر انہیں نظم کرتا اور مختلف تمناؤں کا اظہار کرتا ہے۔دوسرا پیرایہ تعریف کے لیے سیرت کے عملی و واقعاتی پہلو اجاگر کرنا ہے۔ شاعر حضور ﷺ کے خصائل و شمائل کو نظم کرتا اور سیرت سے اخذ کر کے آپ ﷺ کی مختلف شئون کو پیش کرتا ہے۔خیال آفرینی دو آتشہ کر کے اس کا اثر دہ چند کر دیتی ہے۔سید شاکر کی نعت اسی پیرایۂ بیان کی حامل ہے۔انہوں نے نعت میں حضور کی مختلف شانوں کو بیان کے سلیقے سے نظم کیا ہے۔آپ ﷺ افضل و اعلی ہیں اور آپ ﷺ کی شان تربیت ایسی ہے جس سے تیرہ بختوں کے مقدر روشن ہو گئے۔واقعہ معراج ایک معجزہ تھا اور آپ ﷺ کی پرواز جبرائیل سے کہیں بلند تھی۔پھر حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی اور شان عفو و کرم کو بیان کیا۔آپ ﷺ کے آئین یعنی دین اسلام کی طرف پلٹنے کی دعوت دی۔حضرت نفیس رقم نے خلفاء راشدین کی منقبت بیان کی اور ان کے مقابلے میں سید شاکر نے آل محمد ﷺ کی منقبت بیان کی۔آخر میں اپنی درماندگی و لاچاری کو بطور عذر پیش کیا ہے کہ جیسی چاہیے تھی ویسی مدح سرائی نہ کر سکا۔خلاصۂ کلام یہ کہ سید شاکر لفظ برتنے کا ہنر جانتے ہیں اور وہی سیپیاں نکالتے ہیں جن میں معانی کے در ہائے آبدار سجے ہوئے ہوں۔

حضرت ابو طالب رض

دورِ نبوی کے اولین نعت گو شاعر

تحریر: مہر حسین سید، کامرہ اٹک

حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کے اظہار کے لیے اشعار اور منظومات کو عصر اول سے ہی مدون کیا جاتا رہا ہے۔ عربی میں اسے ''المدائح النبویہ'' اور فارسی اور اردو میں ''نعت'' کہا جاتا ہے۔ نعت کے لفظی معنی صفت کے ہیں اور اس کائنات میں تمام صفات اپنے پورے جمال و کمال کے ساتھ جناب ختمی مرتبت ﷺ کی ذات گرامی میں موجود ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ رب ذوالجلال نے اپنی آخری کتاب میں آپ ﷺ کی شان میں ''ورفعنا لک ذکرک'' (اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا شہرہ بلند کیا) کی پیش گوئی بھی فرمائی ہے۔ سورۃ انشراح کی اس مختصر آیت میں خود کلمۂ ''رفع'' اپنے اندر مفاہیم و معانی کا ایک دریائے بے کراں لیے ہوئے ہے۔ یہ کلمہ اپنی پوری وسعتوں، مضمرات، تفصیلات اور تنوعات کے ساتھ اس رفعت و بلندی کو بیان کرتا ہے جو جغرافیائی حدود اور تاریخی ادوار و عہود، رنگ و نسل کی تفریق، اقوام و ملل کی تقسیم، زبان و ادب کے تنوع اور مذہب و مشرب کے اختلاف سے بالاتر ہے۔ سب سے مستغنی، سب پر حاوی، جس طرح آفتاب عالم تاب کوہ و دشت، خشکی و تری اور نشیب و فراز سب پر یکساں طور پر چمکتا ہے اسی طرح ذات نبوی ﷺ جو حسن و احسان کا سب سے بڑا نمونہ ہے سب سے محبتوں کا خراج اور جمال و کمال کا باج وصول کرتی ہے۔ یہ باج و خراج، حسن و احسان کا حق ہے جسے برضا و خوشی ادا کرنے سے کسی کو انکار نہیں۔ اس تین لفظی آیت شریفہ کا ہر ایک لفظ اپنی جگہ ایک معجزہ ہے ''ذکر'' کے لفظ میں بھی بے شمار حکمتیں اور ہزاروں تاریخی حقایق پوشیدہ ہیں۔

''ورفعنا لک اسمک'' بھی کہا جا سکتا تھا لیکن دنیا میں ہزاروں انسان نیک نام ہوئے۔ جبکہ آپ ﷺ کا معاملہ دگرگوں ہے۔ یہاں اللہ نے صرف نام زندہ رہنے کی ضمانت نہیں دی بلکہ نام کے ساتھ ذکر کی بلندی اور شہرت کی ضمانت بھی دی گئی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی حیات ظاہری سے روز الست تک زمانہ ماقبل اور حیات ظاہری کے بعد سے قیام قیامت تک ہر دو میں آپ ﷺ کے چرچے ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔ آپ ﷺ کی حیات ظاہری کے دوران جس شخصیت نے سب سے پہلے نعت کہی وہ

یقینا آپ کے مربی و مشفق چچا حضرت سیدنا ابوطالب رضی اللہ عنہ(۱) ہیں۔اولین مداح نبوی نے جو نعتیں کہی ہیں ان میں امام الانبیا ﷺ کی مدح اور بنو ہاشم کی خصوصیات کا تذکرہ خصوصاً پایا جاتا ہے۔سیرت ابن ہشام میں ان کی اولین نعت کے سات اشعار نقل کیے گئے ہیں جن میں سے تین یہ ہیں:

اذا اجتمعت یوما قریش لمفتخر
فعبد مناف سرھا و صمیمھا
وان حصلت اشراف عبد منافھا
وفی ھاشم اشرفھا وقدیمھا
وان فخرت یوما فان محمدا
ھو المصطفی من سرھا و کریمھا

''اگر قبیلہ قریش کے افراد کبھی یہ طے کرنے کے لیے اکٹھے ہوں کہ ان کا سرمایہ افتخار کیا ہے؟ تو ان کو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر عبد مناف کی شاخ ہی اس پورے قبیلہ کی روح رواں اور اصل ہے۔اور عبد مناف کے سردار اکٹھے ہو کر جستجو کریں کہ ان کی عظمت کا کیا راز ہے؟ تو وہ بنو ہاشم میں اپنی عظمت، سربلندی اور اصلیت کا سراغ پائیں گے۔اور بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ محمد(ﷺ) ان سب میں سے چنیدہ اور پسندیدہ ترین اور باعث عظمت و سربلندی ہیں۔''

اس قصیدہ کے باقی چاروں شعروں کا رخ اہل قریش کی طرف ہے۔جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

''قبیلہ قریش کے اچھے برے سبھی ہم پر ٹوٹ پڑے لیکن وہ کبھی کامیاب نہیں ہونگے۔ان کے داناؤں کی دانائیاں ہواؤں میں اڑ گئیں۔ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لیے کبھی بھی مظلومیت کی حالت کو قبول نہیں کیا۔اور دشمنوں نے جب بھی ہم سے منہ ٹیڑھا کیا تو ہم نے اسے سیدھا کر دیا۔ہم اپنے خاندان کی ناموس کے محافظ ہیں جنگ کے مواقع پر جس نے بھی ہمارے قلعوں کی طرف نظر اٹھائی ہم نے اسے مار بھگایا (حالت جنگ ہو یا امن) ہم وہ لوگ ہیں جن کے زیر سایہ خشک ٹہنیاں بھی نہال ہو جاتی ہیں اور ان کی جڑیں نرم اور بارآور ہونے لگتی ہیں۔''(۲)

۱۔ اموی تعصبات اور حکومتی اثرات کے تحت بعض لوگوں نے اسلام کے اس عظیم محسن کے خلاف ہرزہ سرائی بھی کی ہے

۲ سیرت ابن ہشام، ج:۱،ص:۱۵۶ طبع: بیروت

اس نعت کے آخری شعر:

بنا انتعش العود الذواء وانما

بأکنا ننا تندی وتنمی ارومها

اپنے لفظ معنی کے اعتبار سے اردو کے اس شعر کے انتہائی قریب ہے:

سر سبز ہو جو سبزہ ترا پائمال ہو

ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

حضور نبی کریم ﷺ کی مدافعت میں بھی حضرت ابو طالب نے اشعار کہے ہیں خاص طور پر ایک طویل نعت جس کا مطلع ہے:

ولما رایتُ القوم لا وُدّ فیھم

وقد قطعوا کل العری والوسائل

''جب کہ میں نے دیکھ لیا کہ لوگوں میں انس ومحبت باقی نہیں رہی اور وہ تمام وسائل اور ہر کڑی توڑ چکے ہیں''

اس نعت کے ۹۵ اشعار ہیں جن میں حضرت ابو طالب نے اہل قریش کو جنگ سے باز رہنے کی تلقین کی ہے، جنگ سے پیدا ہونے والے مسائل ومصائب کو گنوایا ہے اور آپس کی خونریزی کے نقصانات بتائے ہیں۔ یہ سب بیان کرتے ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا ہے تو وفور شوق اور جذبہ ایمانی ان کے اسلوب بیان میں حیرت انگیز تبدیلی لاتے ہیں اور آپ ایک ایسا شعر کہتے ہیں جس پر ہزاروں قصیدے قربان کیے جاسکتے ہیں:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ

ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

''وہ روشن وتابناک چہرے والے جن کے صدقے میں بادلوں سے پانی مانگا جاتا ہے وہ یتیموں کے والی اور بیواؤں کے سرپناہ ہیں''

حضرت ابو طالب نے اس شعر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثمال الیتامیٰ کہا ہے یعنی یتیموں اور بے سہارا افراد کے لیے صرف آپ ہی پناہ گاہ ہیں۔ شعر کے پہلے مصرعہ میں حضور ﷺ چہرہ انور کی تعریف فرماتے ہوئے کہا گیا ہے کہ آپ کے چہرہ انور کے صدقے میں بارش طلب کی جاتی ہے۔ اس شعر کی سب

سے بڑی خوبی یہ ہے کہ معلم ومقصود کائنات کی بارگاہ سے اس کو سند قبولیت عطا ہوئی۔ابن ہشام لکھتے ہیں:

''مجھے صحیح روایت سے معلوم ہوا ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں قحط آ گیا اہل مدینہ نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی، رحمت کائنات اسی وقت منبر پر تشریف لائے اور دعا فرمائی۔ ابھی آپ منبر سے اترے بھی نہ تھے کہ گھٹا آئی اور ایسی بارش ہونے لگی کہ کھلے میدانوں کے رہنے والے ڈرنے لگے کہ کہیں سیلاب نہ آجائے۔پھر جب ہادی برحق نے یہ صورت حال سنی تو دعا فرمائی اللھم حوالینا ولا علینا۔۔۔الخ تو بادل چھٹ گئے، بارش کا سلسلہ موقوف ہوا اور آس پاس کی پہاڑیاں کسی عمامہ کی کلغی کی طرح نظر آنے لگیں۔اس پر جناب صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر چچا ابوطالب یہ دن دیکھتے (یعنی زندہ ہوتے) تو بہت خوش ہوتے۔ اس پر ایک صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ! شاید آپ کا اشارہ اس شعر کی جانب ہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ

ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

آپ نے فرمایا: بے شک (۱)''

اس نعت کے چند مزید اشعار ملاحظہ فرمائیں جو محبت اور دل سوزی کے جذبات سے لبریز ہیں ان اشعار سے پہلے مضمون یہ ہے کہ قریش مکہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ یا تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت سے باز آجائیں یا مکہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں:

کذبتم وبیت اللہ نترك مكة

ونظعن الا امركم فی بلابل

کذبتم وبیت اللہ نبزی محمدا

ولما نطاعن دونه ونناضل

ونسلمه حتیٰ نصرع حوله

ونذهل عن ابنائنا والحلائل

''بیت اللہ کی قسم تم لوگ غلط سمجھتے ہو کہ ہم مکہ چھوڑ دیں گے اور یہاں سے کوچ کر جائیں گے بلکہ

---

۱ ابن ہشام: جلد:۱ ص: ۲۱۳، الروض الانف، ج: ۲، ص: ۵۵

واقع یہ ہے کہ تم خود ہی کش مکش میں مبتلا ہو۔تم غلط سمجھتے ہو بیت اللہ کی قسم کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مغلوب ہونے دیں گے حالانکہ ہم نے ابھی تک ان کی حمایت میں مدافعانہ جنگ بھی نہیں کی ہے اور نہ قوت آزمائی ہے (یعنی جب تک ہم ان کی طرف سے لڑ کر اپنی جانیں نہ قربان کر دیں ایسا نہیں ہونے دیں گے) اور کیا ہم ان کو تمہارے سپرد کر دیں گے بغیر اس کے کہ ان کے گرد و پیش میں اپنے بیوی بچوں کو فراموش کر کے جانیں نہ قربان کر لیں۔''

نعت نبوی کے مزید دو اشعار ملاحظہ فرمائیں:

لقد اکرم اللہ النبی محمدا
فاکرم خلق اللہ فی الناس احمد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ
فذوالعرش محمود وھذا محمد

''یقیناً خداوند عالم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منزلت و کرامت سے اس طرح سرفراز فرمایا ہے کہ خداوند عالم کی تمام مخلوقات میں سب سے بلند مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔خدا نے ان کی جلالت قدر کے لیے ان کے نام کو بھی اپنے نام ہی سے مشتق کیا چنانچہ وہ صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔''

حضرت ابوطالبؑ پیشہ ور شاعر تو نہیں تھے اور نہ شاعری ان کا مشغلہ تھی لیکن سرداران عرب کی طرح شعر کی اصناف سے واقف تھے اور شعر و سخن کے رموز جانتے تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نے اس ذوق کو جلا بخشی۔ ان کے کلام میں صداقت، جوش اور سادگی کی تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ان کے کلام کو تواتر سے اصحاب سیر نے نقل فرمایا ہے۔

(ماخوذ از: شرح قصیدہ بردہ شریف (اردو) غیر مطبوعہ، از سید مہر حسین بخاری، کامرہ اٹک)

========

اخبارِ نعت

نعتیہ ادبی تقریبات کی روداد یں

اخبارِ نعت

فروغ نعت کے یہ صفحات نعتیہ ادبی تقریبات کی رپورٹنگ کے لیے مخصوص ہیں جس کا مقصد قارئین کونعتیہ ادبی تقریبات کی رودادوں سے آگاہ کرنا اور اس قسم کی تقریبات کے انعقاد کی ترغیب دینا ہے اگر آپ کے علاقہ میں کوئی ایسی تقاریب منعقد ہوتی ہیں تو ان کی مختصر مگر جامع روداد لکھ بھیجئے ہمیں شائع کر کے خوشی محسوس ہوگی۔ نعتیہ دواوین اور مجموعوں کی خبریں بھی شائع کی جائیں گی ـــ ادارہ

======================

محفل نعت اسلام آباد کی سلور جوبلی پر
سالانہ نعتیہ مشاعرہ کی روداد

''دارالحکومت کی اولین نعتیہ ادبی تنظیم ''محفلِ نعت'' کی گذشتہ پچیس برسوں میں نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے شاندار خدمات ہیں اور ہمیں محفل نعت کے ساتھ اس مبارک سفر میں اشتراک پر فخر ہے''۔ان خیالات کا اظہار معروف نعت گو شاعر اور دبستان وارثیہ کراچی کے روحِ رواں جناب قمر وارثی نے راولپنڈی آرٹس کونسل میں منعقدہ کل پاکستان نعتیہ مشاعرہ میں صدارتی کلمات ادا کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ ''محفلِ نعت'' اسلام آباد نے باقاعدہ ماہانہ نعتیہ مشاعروں کے چوبیس سال مکمل کر لیے ہیں اور پچیسویں کا آغاز ہو رہا ہے جو کسی بھی ادبی تنظیم کے لیے ایک شاندار ریکارڈ ہے۔انہوں نے کل پاکستان نعتیہ مشاعرہ کے انعقاد پر اراکین محفل کو مبارکباد پیش کی۔ اس کل پاکستان نعتیہ مشاعرہ میں راولپنڈی اسلام آباد کے علاوہ ملک بھر سے نامور نعت گو شعرا نے شرکت کی۔ اس مشاعرہ کے لیے ردویف ''مطمئن'' دی گئی تھی جبکہ قافیہ شعرا کے ذوقِ طبع پر چھوڑ دیا گیا تھا۔محفل کی نظامت عرش ہاشمی سیکرٹری محفلِ نعت نے کی۔راولپنڈی آرٹس کونسل کے ریزیڈنٹ ڈائریکٹر وقار احمد، سید نظر علی زیدی، جناب شرف الدین شامی اور میزبان جناب محی الدین جمیلی بھی شریک محفل رہے۔اختتام محفل پر وطن عزیز کے لیے اجتماعی دعا کی گئی۔شعرائے کرام کے کلام سے چنیدہ اشعار:

قمر وارثی، صدر محفل:

جس پر کھلے نہ عشقِ نبی میں فنا کے در ہوگا وہ زندگی میں بھلا خاک مطمئن

رشید ساقی:

مہر ہے جن کے دلوں پر، جن کی آنکھوں پر حجاب منکروں کو کیا کریں حق کے دلائل مطمئن

نسیم سحر:

نعت کی برکت سے دل رہتا ہے بے حد مطمئن کتنا رکھتا ہے اسے اسمِ محمد مطمئن

آصف اکبر:

اپنی امت سے ان کو بہت پیار ہے　　دل کو کرتا ہے بس یہ یقیں مطمئن

محسن شیخ:

جس کی معراج ہو چاکری آپ کی　　مال و منصب سے ہوگا وہ کیا مطمئن

عبدالقادر تاباں:

کیا حسن سرمدی تری معجز نمائی ہے　　دیوانے آرہے ہیں سرِ دار مطمئن

سید ابرار حسین:

زیست بے چین تھی وقت بے تاب تھا اس جہاں میں سکوں جنس نایاب تھا
آپ آئے تو سب کو قرار آگیا، ہو گئے یہ زمین و زماں مطمئن

شوکت قادری:

رشک اس کی خوش نصیبی پر نہ کیوں آئے بھلا　　جس کی پیشانی کو کردے خاکِ طیبہ مطمئن

حسن زیدی:

پتا پتا بوٹا بوٹا دشت و دریا مطمئن　　ان کی رحمت سے ہے یعنی ساری دنیا مطمئن

شفقت سیٹھی:

چوکھٹ پہ ان کی رکھا ہے جب سے سر نیاز　　میں سرفراز ہوں مرا پندار مطمئن

سید جاوید رضا:

وردِ صلِ علیٰ ہی رہا زیرلب　　گر نہ ہو یہ بیاں، لب کہاں مطمئن

عثمان ناعم:

ان کی توصیف میں یونہی رطب اللساں　　آپ ناعم رہیں بے کراں مطمئن

ڈاکٹر عزیز فیصل:

یہ نعت مصطفےٰ کا یقینا کمال ہے　　فیصل اگر ہے مجھ سا گنہ گار مطمئن

شبیر احمد موج:

جو کرے ذکر محبوب رب علیٰ جس کا دل عشق آقا سے ہو پر ضیا
اس پہ آفات دنیا کوئی آپڑیں میں نہیں مطمئن میں نہیں مطمئن

جنید نسیم سیٹھی:

حشر میں ہوگا لواء الحمدان کے ہاتھ میں　　دیکھنا ہم ہونگے اس کے زیرسایہ مطمئن

محمد آصف قادری:

ان کی یادوں میں آصف ہوا محو جب　　میں نے دیکھا ہمیشہ رہا مطمئن

محمد عارف قادری:

ان کا شوق آنکھوں میں اور سینے میں ان کی آرزو　　میری آنکھیں مطمئن ہیں، میرا سینہ مطمئن

حافظ نور احمد قادری:

میں کروں بات کیا، نور اس شہر کی　　جس میں ہوتی ہے ہر چشم نم مطمئن

الیاس بابر اعوان:

خود ڈھونڈ لے گی آ کے وہ باد کرم مجھے　　بیٹھا ہوا ہوں میں پس دیوار مطمئن

اقبال ظفر ٹوانہ:

ملے گی اسے دائمی زندگی　　ہے ایسا ہمیشہ ظفر مطمئن

علی احمد قمر:

جاتا ہوں شہر طیبہ کو ہر بار اشک بار　　لوٹا ہوں اس دیار سے ہر بار مطمئن

ساجد مجید طاہر:

بخشا جائے گا جب آخری امتی　　حشر میں شاہِ دیں ہوں گے تب مطمئن

محمد محسن:

اس لیے ان پہ پڑھتا ہوں ہر دم درود　　تا کہ دل ہو مرا عمر بھر مطمئن

اسلم ساگر:

دولت نبی کے پیار کی جب سے ہوئی ہے دست یاب　　تب سے ہوا ہوں سیم و زر کے باوجود مطمئن

عرش ہاشمی:

شرم سارا اپنے اعمال پر میں رہا اپنے انجام سے تھا میں نا مطمئن
پھر نظر ان کی رحمت کی جانب اٹھی، ایک دم دل مرا ہو گیا مطمئن

بزم حمد و نعت

کا ۱۴۲ واں ماہانہ نعتیہ مشاعرہ

اسلام آباد،نعتیہ ادب کی منفرد تنظیم ’’بزم حمد و نعت‘‘ کے زیر اہتمام ۱۳ ستمبر ۲۰۱۳ کو المصطفی ویلفیئر سوسائٹی کے دفتر میں ۱۴۲ واں ماہانہ نعتیہ مشاعرہ منعقد ہوا،صدارت بزرگ نعت گو شاعر اور بزم حمد و نعت کے صدر جناب رشید ساقی نے کی جب کہ نظامت کے فرائض سیکرٹری حافظ نور محمد قادری نے انجام دیے۔صدر محفل نے نعت گوئی کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ نعت گوئی عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔اور اس عبادت کے ذریعہ ہم نہ صرف اپنے دلوں اور ذہنوں کو منور کرتے ہیں بلکہ حضور کی بارگاہ میں اپنی عقیدت کا اظہار کر کے اپنی نجات اخروی کا ساماں بھی کرتے ہیں۔اس پر کیف اور رقت آمیز محفل میں راولپنڈی اسلام آباد کے معروف نعت گو شعرا نے اپنا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔محفل کے اختتام پر وطن عزیز کی سلامتی اور خوشحالی کے لیے دعا کی گئی۔محفل مشاعرہ میں پڑھی گئی نعتوں سے چند منتخب اشعار:

رشید ساقی، صدر محفل:

تجلیات زمان و مکاں مدینے میں　　خدا کا حسنِ نہاں ہے عیاں مدینے میں

سید آصف اکبر:

جا کے دیکھو تو ان کے در پہ کبھی　　پیکرِ التفات ہیں آقا

انجم خلیق:

بس شرف ہے ثنائے نبی کا جو سامانِ بخشش کرے
ورنہ کیا اور ہے اس گنہگار کی جو سفارش کرے

شرف الدین شامی:

یہ آپ کے فیضان محبت کی عطا ہے　　پلکوں پہ جو ہیں آج ستارے کہاں ہوتے

محسن شیخ:

ادب سے آنکھیں جھکانا ہے اور رونا ہے　　وہاں صدا کو بھی لازم نہیں صدا ہونا

اصغر عابد:

سب کچھ ہے مگر یوں کہ نہیں کچھ بھی مرے پاس　　جب تک کہ ہوں محروم زیارت کے شرف سے

سید حسن زیدی:

اے خاکِ مدینہ تو ہی بتا میں کیسے قدم رکھوں تجھ پر

تو خاک قدم سرکار کی ہے، آنکھوں سے لگائی جاتی ہے

عرش ہاشمی:

سرکار کو جو اپنے ہی جیسا بشر کہیں وہ آشنائے عظمت خیر البشر کہاں

شیدا چشتی:

پروردگار ذکر محمد نصیب کر قلب سلیم سیرت احمد نصیب کر

علی احمد قمر:

سرِ دولت سرا آئے ہوئے ہیں مدینے میں گدا آئے ہوئے ہیں

رشید امین:

طیبہ کی سرزمیں کا اعجاز ہے یہ سارا اسرار آگہی کے ہوتے ہیں آشکارا

بے دل جونپوری:

جنہیں آدم سے عیسیٰ تک سبھی ملنے کے خواہاں تھے نظر آئیں وہ گر اخلاص کے پیکر تو کیا کہنا

احمد محمود الزمان:

میں اگر پیدا بہ عہد شہِ والا ہوتا بندۂ شاہ، شہنشاہوں سے بالا ہوتا

حافظ نور احمد قادری:

شاہوں سے بھی بلند ہے اس شخص کا مقام مل جائے جس کو نور محمد کے در کی خیر

=================

کتابوں پر تبصرہ

نام کتاب: ہالۂ رحمت
مصنف: شاہد کوثری
قیمت: ۲۵۰
صفحات: ۱۶۰
پبلشر: رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی
تبصرہ نگار: سید ریحان الحسن گیلانی

شاہد کوثری کا تعلق افواج پاکستان سے ہے۔ وہ پاک فوج کی ایجوکیشن کور سے بطور لیفٹیننٹ کرنل سبکدوش ہوئے۔ اس سے قبل بھی افواج پاکستان سے نامور شعراء اور ادباء نے پاکستان کے صفِ اول کے ادیبوں میں جگہ پائی ہے۔ جن میں سید ضمیر جعفری، کرنل محمد خان اور صدیق سالک جیسے لوگ شامل ہیں۔ لیفٹیننٹ کرنل شاہد کوثری اس حوالے سے خوش نصیب ہیں کہ انہوں نے اصناف ادب میں سے نعت کو اپنی جولانیٔ طبع کے لیے منتخب کیا ہے۔ حال ہی میں ان کا نعتیہ مجموعہ ''ہالۂ رحمت'' شائع ہوا ہے۔ جس میں حمد و دعا کے ساتھ نعت و منقبت بھی شامل ہیں۔ مجموعی طور پر اس مجموعہ میں تریسٹھ (۶۳) شہ پارے ہیں۔ جن میں سے چار حمد و دعا کے عنوان سے ترپن نعتیں اور حدیث کربلا کے عنوان تلے چھ منظومات شامل ہیں۔ کتاب کا پیش لفظ ڈاکٹر ریاض مجید نے تحریر کیا ہے اور ڈاکٹر خورشید رضوی کی رائے بھی شامل کتاب ہے۔ تزئین وطباعت کے اعتبار سے نہایت جاذب نظر ہونے کے ساتھ ساتھ مشمولہ مواد کے لحاظ سے بھی کتاب قدر و منزلت کی حامل ہے۔

شاہد کوثری غزل کی صنف میں پختگی کا اظہار کرنے کے بعد صنف نعت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے نعت کی علمی اور فنی روایت کو آگے بڑھانے کی کامیاب سعی کی ہے۔ تاریخ اسلام، قرآنی احکامات، تذکارِ صحابہ، عقائد، سیرت اور اخلاقی اقدار ان کی نعت کے نمایاں موضوعات ہیں۔ ان کی نعت میں محبت و عقیدت کے جذبات کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔ ڈاکٹر خورشید رضوی کے بقول: جو چیز شاہد کوثری کے نعتیہ آہنگ کو حقیقی اساس فراہم کرتی ہے وہ نسل در نسل چلنے والا اثاثۂ عشق و عقیدت ہے۔

محبت وعقیدت اور سوز وگداز کے جذبوں سے بھرپور یہ نعتیہ مجموعہ یقیناً لائق مطالعہ ہے اور

اپنے قاری کو محبت وعقیدت کی فضاؤں میں سوز وگداز کیلذتوں سے آشنا کرتا ہے۔امید ہے کہ اس مجموعہ کو قبولیت خاص کے ساتھ ساتھ قبول عام بھی ارزانی ہوگا۔

نام کتاب: مہرِ حرا
مصنف: محمد آصفؔ قادری
قیمت: ۲۵۰
صفحات: ۱۳۲
پبلشر: رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی
تبصرہ نگار: جنیدؔ نسیم سیٹھی

محمد آصفؔ قادری کا تعلق واہ کینٹ کی زرخیز سرزمین سے ہیموصوف ایک خوش گلو نعت خوان ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت نعت گو بھی ہیں۔نعت ان کے رگ وپے میں سرائیت کر چکی ہے۔''مہرِ حرا'' آصفؔ قادری کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔سن عیسوی ۲۰۱۳ کے وسط میں واہ کینٹ سے منظرِ عام پر آنے والا یہ مجموعہ ایک شاعرِ شیریں لسان کی اُن عقیدتوں کا گلدستہ ہے جو وہ بصد عجز ونیاز بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کرتا ہے اور اِسے حضوری کا ذریعہ مانتا ہے۔آصفؔ قادری کا شماراُن خوش بخت لوگوں میں ہوتا ہے جو صرف اور صرف ثنائے سید المرسلین ﷺ کے لئے خود کو دل وجان سے وقف کر چکے ہیں۔''مہرِ حرا'' میں موجود نعتیں ایک خاص فضا اور ایک منفرد تخیّل کی عکاسی کرتی ہیں۔جس سے آصفؔ قادری کی ندرتِ بیان کا پتہ چلتا ہے۔نعتیہ قطعات اور مناقب بھی اِس مجموعے کی زینت ہیں۔آصفؔ قادری سلاست کے ساتھ بات کرنا کا جو ڈھنگ رکھتے ہیں وہ بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔سادہ لہجے میں حرفِ سادہ کو گرہ لگائے بغیر نعت کہتے ہیں لیکن ادبی چاشنی سے بالکل بھی تہی نہیں۔جذبے کی بنیاد پر کہی جانے والی نعتوں میں ایک عجیب تاثیر سی ہے جو کہ قاری کو سرشار کر دیتی ہے۔منفرد زمینوں،مترنم بحور اور چنیدہ ردیفوں کا استعمال آصفؔ قادری کی تخلیقی صلاحیت پر دال ہے۔انتساب''امام شرف الدین بوصیریؒ'' کے نام ہے۔کتاب کے آغاز پرعثمان ناعمؔ،ڈاکٹر ریاضؔ اور صاحبزادہ سیّد منظور الکونین اقدسؔ جیسی شخصیات نے آصف قادری کی اِس کاوش کو بہت سراہا ہے۔منظومات میں احمد علی برقی(بھارت)اور عارفؔ قادری(واہ کینٹ)نے آصفؔ قادری کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔فلیپ پر ڈاکٹر اعظم رضا تبسمی کی سطور موجود ہیں۔یہ مجموعۂ نعت سالِ رواں کے نعتیہ منظر نامے میں ایک خوشگوار اضافے کا باعث ہیاور اُمید ہے کہ اردو نعتیہ ادب میں اپنی ایک انفرادی حیثیت بنانے میں کامیاب ثابت ہوگا۔آصفؔ قادری بہر طور مبارکباد کے مستحق ہیں

شکر ہے! قدرت نے آصفؔ کو نعتِ نبیؐ لکھنے کو چنا ہے

انتقاد و تاثرات

قارئین کی آرا، تاثرات اور نقد و نظر

انتقاد و تاثرات

یہ صفحات قارئینِ فروغ نعت کی آرا، مشوروں اور تاثرات و انتقاد کے لیے مخصوص ہیں۔ کسی بھی نقد سے ادارے کو اتفاق یا اختلاف نہیں۔ ماہرینِ فن کی آرا اور مشورے ہمیشہ فن کی جلا کا باعث ہوتے ہیں ہمارا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ نعت گوئی میں بہتر رجحانات کو فروغ دینا ہے، کسی رائے سے عدم اتفاق کی صورت میں آپ ہمیں لکھ بھیجئے ہم آپ کی رائے بھی عزت و احترام سے شائع کریں گے۔۔۔ ادارہ

==========================

آل انڈیا ریڈیو سے ڈاکٹر احمد علی اعظمی برقی کنے منظوم تاثرات:

ہو فروغِ نعت دنیائے ادب میں معتبر
اس کے گُلہائے سخن ہوں سب کے منظورِ نظر
نعت وہ صنفِ سخن ہے جو ہے محبوبِ خدا
ہو یہ ثابت آپ کے نخلِ سعادت کا ثمر
نعت مومن کے لئے ہے ایک روحانی غذا
یہ مجلّہ کر لے اربابِ نظر کے دل میں گھر
ہو یہ کارِ خیر وجہِ انبساطِ قلب و روح
آخرت کی راہ میں ہو آپ کا زادِ سفر
کیوں نہ برقی اعظمی ہو آپ کا منت گذار
ہو یہ کاوش باعثِ خوشنودیٔ خیر البشر

ڈاکٹر عزیز احسن کراچی سے ارشاد فرماتے ہیں:

بھائی سید شاکر القادری چشتی نظامی صاحب! السلام علیکم!۔''فروغِ نعت'' جب سے آپ کی طرف سے مجھے ملا ہے میں وقتاً فوقتاً اسے دیکھتا رہتا ہوں۔ بڑی اچھی کاوش ہے جس میں آپ کا مدیرانہ سلیقہ، جمالیاتی احساس، سخن فہمی کا ملکہ اور علمی مزاج منعکس ہے۔ نعتیہ ادب کو جس سنجیدہ علمی مزاج رکھنے والے افراد کی ضرورت ہے، آپ کی ذات ان میں سے ایک ہے۔ اسی لیے نعت کی خدمت کے لیے مبداء فیاض کی طرف سے آپ کا انتخاب ہوا ہے۔ آپ قابل مبارک باد ہیں!!! میں نے نعتیہ تخلیقات دیکھیں اور انہیں

معیاری پایا۔خاص طور پر ڈاکٹر خورشید رضوی، ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر، پروفیسر احسان اکبر اور آصف اکبر کی نعتیہ تخلیقات میں بیان کا سلیقہ اور اظہار کی طرفگی ہے۔سید منظور الکونین بھی نعت کہتے ہیں، یہ جان کر خوشی ہوئی ۔۔۔لیکن ان کی نعت میں دو لفظوں کی طرف توجہ مبذول کروانی ہے۔

ع اجل کے بعد بھی کیوں نہ کھلی رکھوں آنکھیں

ع پھر اس کے بعد میں شدت سے بھینچ لوں آنکھیں

☆فی الحال صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ لفظ ''نہ'' یک حرفی ہوتا ہے جبکہ مذکورہ مصرعے میں ''نا''[دوحرفی] پڑھا جارہا ہے۔

☆☆بھینچ کی جگہ ''میچ''،لوں آنکھیں ہونا چاہیے۔آنکھیں میچی جاتی ہیں۔ہوسکتا ہے شاعر موصوف نے میچ لکھا ہو اور کمپوزنگ میں بھینچ لوں آنکھیں ہوگیا ہو!

کتابوں پر تبصرے بہت عمدہ ہیں۔تمام مبصرین قابل مبارکباد ہیں۔ایک مشورہ اور حاضر ہے۔ شعراء کے نام نعت کے اختتام پر آنے چاہیئں اور درود شریف ''صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' اوپر۔ہر نعت کا عنوان اگر ''نعت'' نہ بھی لکھا جائے تو صرف درود شریف لکھ دینے سے کام چل جائے گا!میں اپنی بے پناہ مصروفیتوں کے باعث تفصیلی تبصرہ نہیں کرسکا،اس کے لیے معذرت!.......احباب سے میرا نیاز مندانہ سلام کہیے!بھائی جنید نسیم سیٹھی کی فرمائش پر نعت کے چند تازہ اشعار بھی ارسال ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کا تبصرہ،

شاہ صاحب!السلام علیکم، ''فروغ نعت'' پر مختصر سا تبصرہ ''قندیل سلیماں'' میں شائع ہوا ہے۔ قندیل سلیماں تو آپ کو ساجد نظامی خود پیش کریں گے۔میں آپ کو تبصرہ بھجوا رہا ہوں۔اگر مناسب سمجھیں تو فروغِ نعت میں شامل کرلیں۔تبصرہ:

سیّد شاکر القادری اٹک کے خوش فکر شاعر اور ممتاز ادیب ہیں۔انھوں نے اٹک میں نعت خوانی اور نعت گوئی کے فروغ کے لیے ایک اکادمی کی داغ بیل ڈالی ہے۔اس اکادمی کے زیرِ اہتمام نعت خوانی کی ماہانہ محافل کا اہتمام اور نعتیہ مشاعروں کا انعقاد ہوتا ہے جس میں شہر کے معروف شعرا اور نعت خوان حصّہ لیتے ہیں۔ایسی اکادمیوں اور اس طرح کی محافل کا اہتمام موجودہ عہد کی ایک اہم ضرورت ہے کیوں کہ آج کل نعت کی جو محفلیں منعقد ہوتی ہیں،ان کا رنگ ڈھنگ کسی طرح بھی تقدس اور مؤدت کا حامل نہیں ہوتا۔فلمی گانوں کی دھنوں پر لکھی ہوئی کچی پکی نعتیں اس پاکیزہ صنف کے تقدس کی پامالی کا ذریعہ بن رہی ہیں۔نعت خوانوں کا لباس اور ان کا انداز بھی قابل اصلاح ہے۔

سیّد شاکر القادری نے اسی اکادمی کے زیرِ اہتمام سہ ماہی نعتیہ مجلّے ''فروغِ نعت'' کا آغاز بھی کیا ہے۔ اس وقت فروغِ نعت کا شمارۂ اوّل ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اداریے میں مدیر نے اس رسالے کے اغراض و مقاصد بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس صنف کے تنقیدی جائزے کی ضرورت و اہمیت کی طرف توجّہ دلائی ہے۔ نعت ایک بے حد مشکل صنفِ سخن ہے۔ یہ صنف بہت زیادہ حزم و احتیاط کی متقاضی ہے۔ کیوں کہ ذرا سی بے احتیاطی خیر و برکت کے اس عمل کو بے کار کرسکتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ نعت کا بیج دل میں پھوٹتا ہے۔ عقیدت و مؤدت کی فضا میں پلتا اور جذب و کیف کے ساتھ حسنِ ادا کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ تاہم فن کے تقاضوں کا احترام اور التزام بھی ضروری ہے۔ کوئی بھی شہ پارہ محض خیال کی ندرت یا پاکیزگی سے کامل صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ اسی طرح محض فنی عناصر کا مؤثر استعمال بھی فن پارے کی بقا کا ضامن نہیں۔ شہ پارہ فکر اور فن کے کامل اشتراک سے وجود میں آتا ہے۔ شعرا کو اپنے تخلیق کردہ نعتیہ کلام کو دقتِ نظر اور توجّہ سے دیکھنا لازم ہے۔ رسالے میں ڈاکٹر عزیز احسن کا خصوصی مقالہ شامل ہے۔ اس مقالے میں بھی نعتیہ ادب میں تنقید کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

فروغِ نعت کے پہلے شمارے میں پاکستان بھر کے معروف اور کہنہ مشق شعرا کے ساتھ ساتھ تازہ کار شاعروں کا نعتیہ کلام شامل ہے۔ اکثر نعتیں وفورِ جذب و شوق اور عقیدت و مؤدت کا اظہار یہ ہیں۔ شعرا نے اپنے اپنے رنگ میں جمالِ رسول ﷺ کی تجلیات کو لباسِ شعر میں ڈھالنے کا جتن کیا ہے۔ تاہم بعض نعتیں عجزِ کلام کا نمونہ بھی ہیں۔ ان نعتوں میں کئی اشعار حشو و زواید سے گراں بار ہیں۔ بندشوں کی سستی، مصرعوں کی عدم پیوستگی، تعقیدِ لفظی و معنوی کی کثرت اور شتر گربگی کا عیب جا بہ جا دکھائی دیتا ہے۔ عمومی اور روایتی موضوعات کی پیش کش اگر بیان کی تازگی سے ہم کنار ہو جائے تو گوارا ہوتی ہے مگر بیان کا عجز ان موضوعات کو قلب و نگاہ کی دنیا سے ہم کلام نہیں ہونے دیتا۔ ان نعتوں میں بھی بعض ایسے اشعار موجود ہیں جو عمومی موضوعات کی تکرار کے حامل ہیں اور بیان کی تازہ کاری سے تہی۔ کمپوزنگ کی اغلاط بھی کہیں کہیں اشعار کے حُسن کو مجروح کرنے کا باعث بنی ہیں۔ بعض شعرا کے ہاں مصرعے وزن سے خارج ہیں۔ خارج از وزن مصرعوں کی نشان دہی ذیل میں کی جاتی ہے:

☆ اجل کے بعد بھی کیوں نہ کھلی رکھوں آنکھیں (سیّد منظور الکونین اقدسؔ)

شاہ صاحب کا شمار صفِ اوّل کے نعت خوانوں میں ہوتا ہے اور انھوں نے بلاشبہ نعت خوانی کے میدان میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا اظہار کیا ہے۔ اس مصرعے میں ''نہ'' کو سببِ خفیف کے وزن پر نظم کیا گیا ہے جو عروضی اعتبار سے درست نہیں۔

☆ کثرتِ جرم سے میں تباہ ہوگیا، نامہ عصیاں سے میرا سیاہ ہوگیا (ڈاکٹر محمد حسین مشاہدؔ)
☆ فخرِ غلمان وحور وقصور آتا ہے، اِک معظمہ کی جھولی میں نور آتا ہے (ممتاز گورمانی)
☆ آدمی پر رازِ عبودیت کا افشا کر دیا (جنید نسیم سیٹھی)
☆ آئینۂ قلبِ انساں کو مصفا کر دیا (جنید نسیم سیٹھی)
☆ تیری قربت کی حسیں رت سے یہ مہکائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
☆ خوبیِ وقت سے جو آپ کے ہمسائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
☆ جانے کیسے تھے وہ بدبخت وہ بہکائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
☆ ورنہ بے بس تھے ترے سامنے گھبرائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
☆ ہو گئے شیر وشکر دشت کے گرمائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
☆ تجھ کو پہچان نہیں پائے تھے پتھرائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
☆ تیری جانب ہی چلے آئیں گے کملائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
☆ پر کہاں ویسے تھے، جیسے ترے اپنائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
☆ میرے جیسے بھی پگھل جاتے ہیں برفائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
☆ فصحائے عرب نے بھی دانائے عجم نے بھی (سجاد حسین سرمدؔ)

مدیرِ محترم کی خدمت میں التماس ہے کہ مدیر کا کام محض مضامین نظم ونثر کی جمع آوری نہیں، انتخاب کی کڑی چھلنی سے گزار کر پیش کرنا بھی ہے۔ امید ہے کہ وہ آئندہ ان امور کی طرف توجہ دیں گے۔ مزید گزارش یہ ہے کہ نعتیہ کلام کے کڑے انتخاب کے ساتھ ساتھ نعت کے فکر وفن اور اُردو کے نعتیہ سرمائے پر مضامین شامل ہونے چاہییں نیز صاحبِ طرز نعت گو شعرا کے خصوصی مطالعات کا اہتمام بھی کیا جانا چاہیے۔ یہ مبارک صنف جس مثالی حزم واحتیاط کی متقاضی ہے، حتی الوسع اس کے التزام کی کوشش کی جانی چاہیے۔

لاہور سے واجد امیر رقم طراز ہیں:

ایڈیٹر فروغِ نعت! السّلام وعلیکُم! فروغِ نعت نظر نواز ہوا سچ پوچھیے جی خوش ہوگیا آپ کی اِس کاوِش سے جہاں فروغِ نعت کو معنوی اعتبار سے تقویّت حاصل ہوگی وہیں یقیناً آخرت میں دامانِ مصطفیٰ سے قُرب کا باعث ہوگا اللہ کریم اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

پروفیسر شبیر احمد قادری، فیصل آباد سے تحریر فرماتے ہیں:

محترم جنید نسیم سیٹھی! السلام علیکم! فروغ نعت شمارۂ اول کی عطائے بے بہا پر آپ کا

شکر گزار ہوں جب بھی کسی نئے نعتیہ مجلہ کے اجرا کی خبر پڑھتا ہوں تو میری خوشی دو چند ہو جاتی ہے، محترم المقام سید شاکر القادری چشتی، محترم حسین امجد، سید ریحان الحسن گیلانی اور آپ نے ایک مستحسن اور قابل قدر کام کیا ہے۔ آپ تمام احباب کی خدمت میں گل ہائے تحسین پیش کرتا ہوں، جناب طارق سلطان پوری نے فروغ نعت کے سالِ اشاعت پر جاندار قطعہء تاریخ کہا ہے، حصہ نعت میں شامل نعتیں معیاری اور منتخب ہیں، حصہ نثر کی مقدار کم ہے تاہم ڈاکٹر عزیز احسن کے معیاری مقالہ نے نہ صرف اس کمی کو پورا کیا ہے بلکہ رسالہ کی اہمیت و افادیت کے ساتھ مستقبل کے امکانات کو روشن تر کر دیا ہے۔ انتقاد نعت کے سلسلہ میں ان کا نام بہت اہم ہے اور وہ اس کے بنیاد گزاروں میں شامل ہیں۔ معراج نامہ، اذن، کلیات مظہر اور ماہ حرا پر تبصرے مختصر مگر جامع ہیں، فارسی نعتوں کی اشاعت سے قلبی مسرت ہوئی۔ حرف دعا پیش کرتا ہوں۔

سید عابد علی شاہ (غازی) ایشیائی ترقیاتی بینک اسلام آباد سے تحریر فرماتے ہیں:

سہ ماہی فروغِ نعت کا اولیں شمارہ عزیزی جنید نسیم سیٹھی کی وساطت سے موصول ہوا۔ پیش لفظ بعنوان حرفِ تمنا میں محترم سید شاکر القاسری چشتی نظامی صاحب کے قلم سے فروغِ نعت اکادمی اور سہ ماہی فروغِ نعت کے اجراء کی روداد کے ذریعے اکادمی اور مجلّہ کے اغراض و مقاصد کو نہایت خوبصورت اور جامع انداز میں قاری تک پہنچا دیا گیا۔ قبلہ عبد القیوم طارق سلطانپوری صاحب نے بہت خوبصورت قطعہء تاریخ کو قرطاس کی زینت بنایا، جو اپنی جامعیت کے اعتبار سے قابل داد بھی ہے۔ مجلّہ میں شامل ذخیرہ نعت میں جہاں فنِ نعت کے عصرِ حاضر کے اساتذہ کے کلام کو زینت بنایا گیا ہے وہاں سرزمین اٹک کے مدح خوانانِ مصطفی ﷺ کی قلمی کاوشوں کو بھی اشاعت میں خصوصی طور پر شامل کیا گیا ہے، یوں یہ ذخیرہ نعت نہ صرف متنوع اور معیاری بن گیا بلکہ اس امر کا غمّاز بھی ٹھہرا کہ سرزمین اٹک پر آقائے نامدار ﷺ کے مدح خواں کا ایک ایسا قلم قبیلہ موجود ہے جو اس صنفِ ادب میں طبع آزمائی کرتے وقت ممدوحِ ربِ ذوالجلال کے مقام کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ادبی مزاجوں، بندشوں اور معیار پر سمجھوتہ بھی نہیں کرتا۔

جنابِ نذر صابری صاحب کا نغمہء حور بہ معراجِ حضور ﷺ قاری کو تخیّلا تی طور پر معراج کے مناظر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ایک حور کے محسوسات کی گہرائی تک بھی لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

آصف قادری صاحب نے شہرِ سلطانِ مدینہ سے وابستگی کا اظہار جس اوج پر کیا ہے وہ بھی لاجواب ہے۔ محترم عثمان ناعم صاحب کا بارگاہِ عزت مآب ﷺ میں یہ عرض کرنا کہ ''اپنے کوچے کی گدائی میری قسمت کرنا''، ہر عاشق مصطفیٰ ﷺ کی دلی تمنا کا اظہار ہے ان کی نعت موسیقیت سے بھرپور ہے۔

ممتاز گورمانی صاحب کی دلکشی نے تو آقا کریم ﷺ کی یاد میں بسے ماحول کو دلکش بنا دیا۔۔۔ایک دلکش خیال اور اس ذاتِ کریم کی دلکشی ۔۔۔سبحان اللہ۔عزیزی جنید نسیم سیٹھی کی نعت کا ترنم اور توازن بھی انکے خیال کی خوبصورتی کو چار چاند لگاتے دکھائی دی۔اس نوعمری میں ایسی پختہ کاری۔ ہر ایک کو کہاں نصیب ہوتی ہے۔محترم مشتاق عاجزؔ صاحب کا قرینۂ نعت بھی خوب جچتا دکھائی دیا۔۔لفظ لکھتا کی تکرار ان کے قرینۂ نعت کی خوبصورتی کی غماز نظر آئی۔واہ کیا خوب کہا کہ: لکھتا کہ شہا ڈوب چلا میرا سفینہ۔۔الغرض ہر فن پارہ جہاں آقائے نامدار ﷺ کی مدحت سرائی کی سعادت کی ایک پرخلوص کاوش دکھائی دیا وہاں اردو ادب کی ایک خدمت کا مظہر بھی نظر آیا اور ایسا کیوں نہ ہو کہ:

چنا ہے جن کو محمد ﷺ کی مدحتوں کے لئے
نصیب ان کا لکھا ربّ نے رفعتوں کے لئے

قبلہ! یقین مانیے کہ دل کرتا ہے ہر ایک فن پارے کی توصیف میں کچھ ضرور عرض کیا جائے مگر نہ تو وقت اجازت دے رہا ہے اور نہ ہی فروغِ نعت کے محدود صفحات کو اپنے اس تبصرے کی نذر کرنے کا ارادہ ہے بس کل روزِ قیامت آقا کرم ﷺ کے مدح خوانوں کی مدح کرنے والوں کی فہرست میں اپنا نام شامل کرا کر اپنے سفینے کو ساحل پر لگانے کی التجا کا جواز پید کرنا ہے کہ

غلامانِ محمد ﷺ کے غلاموں کا غلام عابد
جبھی تو اتنے طوفانوں میں قائم یہ سفینہ ہے

کچھ تذکرہ قندِ فارسی کا کہ قبلہ سید شاکر القادری چشتی نظامی صاحب کی مرصع نعت جس میں انہوں نے حضور ﷺ کے مقامِ اولیٰ اور مدحت وتوصیف کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا۔اور ساتھ ساتھ اپنے عجز و گریہ کو سہارا بنا کر انکے آستانِ عزت کے وسیلے سے امیدِ مغفرت کا اظہار بھی بڑی خوبصورتی سے کر دیا کہ

کمتر گدائے درگہت، دارد امیدِ مغفرت　　برآستانِ عزتت، آمد بصد آہ وفغاں

محترم طارق سلطانپوری صاحب کی فارسی نعت بھی کمال کا مضمون لئے ہے بلاشبہ اگر کمالِ سخن اور اوجِ فن ثنائے شہِ بطحا ﷺ کے نام ہو جائے تو سخنور دنیا و عقبیٰ میں اوجِ کمال کو چھونے کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

از چارہ گراں نیست مرا حاجتِ درماں　　کافیست بہ ہر درد دوائے شہِ بطحا

ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کا تحقیقی مقالہ ناچیز جیسے نعتیہ ادب کے خوشہ چینوں کے لئے مشعل راہ بھی ہے اور زادِ راہ بھی۔امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب تسلسل کے ساتھ اپنی نعتیہ ادب پر اپنی ہمہ جہت تحقیق سہ ماہی فروغِ نعت کی وساطت سے اذہان وقلوب کو منور کرتے رہیں گے۔آخر میں کتب پر تبصرہ بھی ایک

خوبصورت سلسلہ ہے جس میں ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کے فلسفہ کی روشنی میں کتب کا غیر جانبدارانہ تبصرے اور ادبی مزاج وضروریات کی کسوٹی پر ان کا جائزہ ایک صحتمند رجحان کا آئینہ دار ہے۔

ثناء اللہ کنجاہی راولپنڈی سے تحریر فرماتے ہیں:

قرآن مجید میں مذکور ہے ''ورفعنا لک ذکرک'' اور قرآن کا حرف حرف سچ ہے۔قرآن جس نبی پر اتارا گیا وہ نبی سچ ہے۔اور قرآن جس کی زبان سے کلام بن کر ادا ہوا وہ سچائیوں کی جان اور منبع ہے۔اس لیے رب ذوالجلال کی حمد وثنا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے میں لحہ بہ لحہ اضافہ ظہور پذیر ہورہا ہے۔ان سچائیوں کے تذکرے آسمانوں پر بھی ہورہے ہیں اور زمینوں پر بھی جن کی عملی صورتیں معجزاتی طور پر ہمارے سامنے ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں۔گزشتہ دنوں واہ کینٹ اور راولپنڈی کے دوستوں سے معلوم ہوا کہ سید شاکر القادری چشتی نظامی کی ادارت میں اٹک سے فروغ نعت شائع کیا جا رہا ہے دل میں شوق فراواں نے انگڑائی لی۔اور جب شمارہ دستیاب ہوا تو فرط مسرت سے جھوم اٹھا،مدیر مجلہ کو دوہری خوشیاں مبارک ہوں،اول فروغ نعت کی اشاعت اور دوم روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کی خوشی۔ ڈاکٹر خورشید رضوی،سید منظورالکونین،عثمان ناعم،ڈاکٹر رؤف امیر سمیت پورے ملک کے نعت گو حضرات کے کلام کر پڑھ کر قلب کو یک گونہ طمانیت میسر آئی۔ ڈاکٹر عزیز احسن کا مقالہ انتہائی اہم اور قابل توجہ تھا۔ امید ہے کہ آئندہ سیرت طیبہ کے حوالے سے بھی تحریریں شامل کی جائیں گی نامور نعت گو شعرأ کے تذکروں سے بھی مجلہ کی اہمیت میں اضافہ ہوگا۔کتنی خوشی کی بات ہے کہ ''فروغ نعت'' اور ''ورفعنا لک ذکرک'' کے معانی میں یکسانیت ہے،ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ جس نے فروغ نعت کا بیڑہ اٹھالیا اس نے اپنا بخت سنوار لیا اور دنیا وآخرت دونوں میں فوزوفلاح کی راہ پالی،خدا مستقل مزاجی عطا فرمائے۔آمین۔

راولپنڈی سے راجہ نعیم اختر لکھتے ہیں:

فروغ نعت کا اجراء بہت وقیع کاوش ہے اور اس پر مبارک باد قبول کیجیے۔اس موقع پر جسٹس پیر کرم شاہ کے تحریر کردہ دعائیہ کلمات جو برمحل ہیں تحریر کر رہا ہوں کہ:

"الٰہی جو شان،جو فضل وکمال،جو حسن وجمال جو صوری ومعنوی خوبیاں تو نے اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں ان کا صحیح عرفان اور پہچان بھی نصیب فرما اور ان کو اس طرح سے بیان کرنے کی توفیق مرحمت فرما جس کے مطالعہ سے تاریک دل روشن ہو جائیں،مردہ روحیں زندہ ہو جائیں ذوق وشوق کی دنیا آباد ہو جائے،جہاں غفلت کی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں وہاں تیرے ذکرِ پاک اور تیرے محبوبِ مکرم کی مبارک یاد کی قندیلیں فروزاں ہو جائیں" آمین ثم آمین بجاہ طہٰ ویس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

راولپنڈی سے اشرف علی عزمی رقم طراز ہیں:

سبحان اللہ، ماشاء اللہ، بہت اعلیٰ مکرمی شاہ صاحب، جی خوش ہوگیا ، ماشاء اللہ، اپنے سرسبز و شاداب اٹک کے دامن کو ایسی پاکیزہ چیزوں سے مالامال کرنے کا سہرا آپ محترم کے سر ہے، آپ محترم کا نام اٹک (بلکہ بیرون اٹک بھی) کی ادبی تاریخ مین ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، اللہ کریم آپ کی مخلصانہ کاوشوں کو قبول و منظور فرمائے اور جناب سید الکونین آقا مکی مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے آپ کو بہرہ مند فرمائے، آمین۔

حافظ نور محمد قادری، سیکرٹری بزم حمدونعت اسلام آباد، تحریر فرماتے ہیں:

مکرمی شاکر القادری چشتی نظامی! السلام علیکم، مزاج بخیر۔ آپ کا پہلا مجلہ ''سہ ماہی فروغ نعت'' نظر نواز ہوا جو اپنی طباعت، ترتیب، مضامین اور انتخاب نعوت کے حوالے سے اپنی مثال آپ اور اسم با مسمیٰ ہے۔ اس خوبصورت اشاعت پر میں دل کی گہرائیوں سے آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ آپ کا ''حرف تمنا'' حرف بحرف پڑھا جس نے آپ کی شخصیت کے نقوش ابھارے۔ ''انتخاب نعت'' انتہائی خوبصورت ہے خاص طور پر ڈاکٹر خورشید رضوی، ڈاکٹر عزیز احسن، سید آصف اکبر، سید منظور الکونین، محمد حنیف نازش، جنید نسیم سیٹھی، عائشہ مسعود ملک، برادرم طارق سلطانپوری اور آنجناب کی نعتیں مودّت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھرپور ہیں۔ ڈاکٹر عزیز احسن کا خصوصی مقالہ وقت کی انتہائی اہم ضرورت ہے جس کے باعث نعتیہ شعور میں اضافہ ہوگا۔ میں اپنا نعتیہ مجموعہ ''متاعِ نور'' آپ کے مطالعہ کے لیے پیش کر رہا ہوں اور ایک تازہ نعت بھی پیش خدمت ہے۔ والسلام

جناب عرش ہاشمی، سیکرٹری محفل نعت اسلام آباد لکھتے ہیں:

مکرمی شاکر قادری صاحب! سلام مسنون۔ بہت خوبصورت اور انتہائی دل آویز مجلہ ''فروغ نعت'' کی اشاعت پر میری جانب سے اور دارالحکومت کی اولین نعتیہ ادبی تنظیم ''محفل نعت'' کی طرف سے پرخلوص مبارک باد قبول کیجئے۔ حسب وعدہ سالانہ نعتیہ مشاعرہ کی روداد اور ایک نعت برائے اشاعت پیش کر رہا ہوں۔ ان شااللہ فروغ نعت کے لیے ہمارا تعاون ہمیشہ آپ کو حاصل رہے گا۔ اٹک شہر کے نعت گو حضرات کا کلام ماشاء اللہ بہت معیاری ہے۔ میرا سلام تمام احباب تک پہنچا دیجیے۔

لاہور سے نعت مرکز کے چیئرمین اور ممتاز نعت گو شاعر ارسلان احمد ارسل کا تبصرہ:

پچھلی نصف صدی میں فروغ نعت کے حوالے سے تحقیق اور تنقید کے میدان میں جتنا وقیع کام ہوا ہے۔ اس کی مثال پہلے نہیں ملتی۔ تاریخ کے اوراق پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نعتیہ جرائد کی روایت بھی اس دوران بہت توانا رہی ہے۔ ضیائے حرم، اوج، شام و سحر ایسے نعتیہ جرائد ہیں۔ جن میں نعت

پر ہونے والے تحقیق کام کو کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔اس کے بعد کراچی سے تقریباً سے تقریباً سے تقریبا ۲۵ سال سے شائع ہونے والے نعت رنگ بھی بہت امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔لاہور سے شائع ہونے والا مدحت بھی کامیابی کی راہ پر گامزن ہے۔کاروان نعت اور نعت نیوز بھی جذبے کی بلندی پر شائع ہونے والے جرائد ہیں۔اٹک سے شائع ہونے والا نعتیہ جریدہ فروغ نعت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔حال ہی میں فروغ نعت کا پہلا شمارہ زیورطباعت سے آراستہ ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔اس پہلے شمارے میں ہی جس قدر محنت اور خوبصورتی سے کام کیا گیا ہے۔اس سے امید کی جا سکتی ہے کہ یہ جریدہ آگے چل کر نئے امکانات پیدا کرے گا اور مدحت کے نئے باغیچے کھلتے ہوئے نظر آئیں گے۔حمد و نعت سے لے کر عزیز احسن صاحب کے تحقیقی مضمون اور پھر برادر عزیز جنید نسیم سیٹھی کے نعتیہ کتب پر کیا گیا تبصروں نے شمارے کی رونق میں خوب اضافہ کیا۔میں اس شمارے کے مدیر، ماہر تعلیم اور اردو اور فارسی زبان پر دسترس رکھنے والے مستند شاعر جناب شاکر القادری صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ یہ جریدہ عشق کی منزل طے کرتا چلا جائے اور ساتھ ہی پاکستان قرات و نعت کونسل کے چیئرمین سید منظور الکونین صاحب کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ یہ جریدہ فروغ نعت اکیڈمی اور پاکستان قرات و نعت کونسل کے اشتراک سے شائع ہوا۔

حسن ابدال سے جناب طارق سلطان پوری نے فروغ نعت کے لیے منظوم خراج تحسین اور قطعہ تاریخ ارسال فرمایا ہے

لازوال چمنستان نعوت مصطفیٰ

۱۴۳۴ ھجری

سامنے آیا اٹک کے عسکری خطے کا بھی — یہ نمایاں تر، بہیں تر، خوب تر اظہار نعت
اس کی مستحسن ہے یہ کوشش فروغِ نعت کی — قابل صد آفریں ہے اس کا یہ کردار نعت
یہ فروغ نعت کا پہلا شمارہ مرحبا — خوب شاکر نے کیا آراستہ گلزار نعت
عمدگی سے حسن کاری سے خوش اسلوبی کے ساتھ — مجتمع اس نے کیے افکار نعت اشعار نعت
حق تعالیٰ کی محمد مصطفیٰ کی ہے عطا — اپنی کوشش سے نہیں کر سکتا کوئی کارِ نعت

از سرِ ''بہجت'' بعون اللہ گفتم سال چاپ
چشم بد دور اے تعالیٰ اللہ ''فروغِ دار نعت''

==================
۲ + ۲۰۱۱ = ۲۰۱۳ عیسوی

کامرہ، اٹک سے سید نصرت بخاری تحریر فرماتے ہیں:

اس مجلے میں نعتیہ مواد فنی اور فکری حوالے سے وقیع ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ کئی ثقہ شعرا، شاعرات (ڈاکٹر خورشید رضوی، ندر صابری، طارق سلطان پوری، ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر عزیز ساحر، ڈاکٹر رؤف امیر، سعود عثمانی، مشتاق عاجز، سجاد حسین ساجد، نوشی گیلانی) کی کہکشاں اس میں جلوہ گر ہے۔ مجھے ان میں سے جو پسند آئیں، ان کی درجہ بندی کچھ اس طرح ہے:۔

۱۔ندر صابری ۲۔سعود عثمانی ۳۔خورشید رضوی ۴۔ارشد محمود ناشاد ۵۔رؤف امیر

۶۔مشتاق عاجز ۷۔سجاد حسین ساجد ۸۔منظور الکونین ۹۔شوکت محمود شوکت ۱۰۔سید وحید القادری

اگرچہ مجلے میں صرف ایک ہی مضمون ''نعتیہ ادب میں تنقید کی اہمیت'' درج کیا گیا ہے؛ تاہم ۲۲ صفحات پر مشتمل یہ مضمون اتنا طویل اور ایسا بھرپور ہے کہ نثری مواد کی کمی کی طرف نظر نہیں جاتی۔ مدیر فروغ نعت وقتِ مقررہ پر دوسرے شمارہ لانے کی تگ و دو میں مصروف نظر آتے ہیں؛ جس سے اس مجلے کا سفر جاری رہنے کا امکان ہے۔

سہ ماہی جمالیات اٹک کے مدیر طاہر اسیر کی تحریر:

محترم سید شاکر القادری! سلام رحمت۔ صوری و معنوی رنگوں سے مزین مجلہ فروغ نعت نظر نواز ہوا۔ اہلیان اٹک کے لیے یہ امر باعث سعادت ہے کہ ثنا خوانی رسول ﷺ کے سلسلہ میں اجتماعی سطح پر ایک فکر انگیز کام کی ابتداء ہوئی ہے یہ موضوع ابتدائے حیات سے۔ بہت پہلے کا ہے مگر افسوس کہ اس ہمہ جہت پہلو پر فکری کام کو ثانوی درجہ دیا گیا آپ خوش بخت ہیں کہ اس بابرکت کام کے لیے آپ کو چنا گیا ہے۔ میری گزارش ہے کہ مجلے کے آخر میں نعت گو شعرا اور ادبا کا مکمل پتا شائع فرمائیں تاکہ اس خوبصورت موضوع پر تخلیقی و تحقیقی کام کرنے والے حضرات باہم شناسائی بھی حاصل کرلیں اور اجتماعی صورت میں اکائی بن کر ابھر سکیں۔ آپ کا مجلہ چوں کہ ایک ہی عنوان کا احاطہ کرتا ہے اس لیے آپ اسے یکسانیت سے بچانے کے لیے نئے امکانات اور نئے زاویے تلاش کرلیں گے مجھے کامل یقین ہے۔ رب علی آپ کا مددگار ہو۔

(محمود ناصر، اٹک شہر)

فروغِ نعت کا پہلا پرچہ نظر نواز ہوا۔ جی خوش ہوا کیونکہ خاص طور پر نعت کے حوالے سے یقینا منفرد اور قابل تحسین کام ہے۔ یہ خوبصورت رسالہ دیکھ کر چہرے پر جو پہلا تاثر ابھرا وہ خوشی کا تاثر تھا۔ کسی بھی شمارے کے آغاز پر جو شکوک وشبہات ہوتے ہیں کہ جانے کس حد تک کامیابی حاصل ہوگی تو اس سلسلہ میں آپ بہت کامیاب ٹھہرے ہیں، ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہ کام عام نوعیت کا ہرگز نہیں تھا۔ نعت سے آپ کی گہری وابستگی نے یقینا کامیابی کے دروا کیے ہیں۔ ڈاکٹر خورشید رضوی کی نعت بہت خوبصورت تھی۔ مطلع

میں نعت کی حقیقت کا کیا خوبصورت اظہار ہے:۔ پھر رہِ نعت میں قدم رکھا پھر دَمِ تیغ پر قلم رکھا

ڈاکٹر رؤف امیر کے اس شعر نے مسحور کن کیفیت سے ہمکنار کر دیا:۔

بس اک وہی ہے جو ہر زاویے سے کامل ہے جہاں میں کوئی بشر ویسا خوش صفات نہیں

پروفیسر احسان اکبر اور آصف اکبر کا نعتیہ کلام ہر حوالے سے بھرپور اور ندرت وجدت سے آراستہ ہے:۔

آپ شمس الضحیٰ، آپ بدرالدجیٰ، آپ کہف الوریٰ، آپ نُورالہدیٰ

وہ خدُا تو نہیں پر خدُا کی قسم! اُس کے اور آپ کے تیس نام ایک ہیں

احسان اکبر

حیران ہے ضمیرِ کفر اب تک کس عزم سے اس کا واسطہ تھا

(آصف اکبر)

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کی نعت بھی بہت خوب ہے ان کی نعت نے تازہ دم کر دیا:۔

ترے چمن سے خزاں کا گزر نہیں ہوتا

ترے چمن میں گل جاوداں اترتے ہیں

نعتیں بحیثیت مجموعی اچھی ہیں لیکن سعود عثمانی، عثمان ناعم، راکب راجا، سعادت حسن آس اور عزیز طارق کے نعتیہ کلام نے پرچے کی اہمیت کو چار چاند لگائے ہیں۔ نئے لکھنے والوں کو شامل کیے جانے کے اصول پر بھی کام کیا گیا ہے۔ نعت کے حصے کو قدرے کم کر کے تنقیدی مضامین اور تبصروں میں اضافہ زیادہ موثر ثابت ہوگا۔ باقاعدہ نعت لکھنے والوں کا کلام یقیناً نئے لکھنے والوں کے لیے مشعل راہ ہوگا۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ ادبی پرچہ جات کو عام طور پر لمبی عمر نصیب نہیں ہوتی۔ بہت سے پرچہ جات اب ماضی کی یادگار ہیں۔ خدُا کرے کہ فروغِ نعت تادیر جاری رہے، اس کا آغاز اچھا ہے اللہ آپ کو اس میں کامیاب کرے (آمین)۔

شازیہ اکبر، فتح جنگ سے لکھتی ہیں:

شاکر القادری صاحب، سدا من چاہی منزلیں آپ کا نصیب ہوں۔۔ ہر اچھی کاوش اس بات کی حقدار ہوتی ہے کہ اسے سراہا جائے۔ مگر ہمارا عمومی رویہ یہی ہے کہ خرابیوں اور برائیوں کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن نیکی اور مثبت کاموں کی تعریف نہیں کرتے حالانکہ تحسین وتعریف کی آبیاری سے نیکی کے نہال نے پھلنا پھولنا ہوتا ہے۔۔ فروغ نعت کا شمارہ نظر سے گذرا۔ برصغیر کے بہت سے نعت گو شعراَ کا کلام پڑھنے کو ملا تو دل کو بہت خوشی ہوئی۔ عموما ادبی شمارے بارہ مصالحے کی چاٹ کی طرح بے شمار ادبی رنگوں سے

مزین ہوتے ہیں مگر فروغ نعت بلا شبہ ایک ایسا تبرک ہے جس کی زیبائی کسی اضافی سنگھار کی محتاج نہیں۔میں اتنے عظیم کام پر آپ کو اور آپ کے رفقائے کار کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ پاک اس کاوش کو قبول فرمائے۔فروغ نعت کی طباعت،ترتیب اور معیار قابل ستائش ہیں خصوصاً ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کا مقالہ"نعتیہ ادب میں تنقید کی اہمیت" بہت جامع اور پر مغز تحریر ہے۔خدا کرے کہ یہ کاوش مقبول ہو اور شمارہ اسی طرح حمد و نعت کی کرنیں بکھیرتا رہے۔آمین۔

ڈاکٹر شہزاد احمد مدیرِ حمد و نعت کا گرامی نامہ:

گرامی قدر سید شاکر القادری!السلام علیکم۔۔مزاج گرامی!فروغ نعت کا پہلا شمارہ نظر نواز ہوا۔نقش اول ہی اتنا جاذب نظر اور حسین ہے کہ آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں نکلتی ہیں۔فروغ نعت اسم با مسمی ہے اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور نعت کے طفیل اسے نعت کے فروغ کا نقیب اور پیغامبر بنادے۔اردو کے نعتیہ ادب میں فروغ نعت کے لیے جو کام اب تک نہیں ہوئے اسے وہ تمام کام یک جا اور شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(یہ شمارہ مجھے غوث میاں صاحب کے توسط سے عطا ہو) سلک درر میں جو عنوانات سامنے آئے ہیں"حرف تمنا" صرف حرف تمنا نہیں ہے بلکہ یہ مقصود تمنا بھی ہے۔اللہ آپ کے جذبوں کو جولانی و توانائی عطا فرمائے۔قطعہ تاریخ کہنے والے حضرت طارق سلطان پوری صنف قطعہ نگاری میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔مجھے اور حضرت طارق سلطان پوری کو ممدوح محترم علامہ شمس بریلویؒ سے یکساں طور پر فیضان شرف حاصل ہے۔"باوضو ہولوں تو پھر مدحت لکھوں" ایک قابل قدر سلسلہ ہے اسے جاری رہنا چاہیئے۔آپ کا نعتیہ انتخاب بہت جاندار رہے۔"قند فارسی" کا جواب نہیں آپ کی نعت موثر اور جدید لب ولہجہ سے آراستہ ہے۔اردو نعت اگر قلب کو شاد کرتی ہے تو فارسی روح کی سیرابی کا سبب ہے ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کا مقالہ بھی خاصہ کی چیز ہے۔کتابوں پر تبصرے پسند آئے۔رسالہ کا آغاز ہی اپنے بہتر اور روشن مستقبل کو ظاہر کر رہا ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو مسائل سے نبرد آزما ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور وسائل میں برکتیں عطا فرمائے۔

اٹک سے ارشاد علی لکھتے ہیں:

پیارے دوست شاکر!آپ کی دیرینہ محبت کے طفیل سہ ماہی فروغ نعت نظر نواز ہوا۔اٹک سے فروغ نعت کی یہ سعادت آپ کے حصہ میں آئی جو بالیقین خوش بختی ہے۔حرف تمنا کے عنوان سے آپ کا اظہار یہ قابل توجہ ہے جس سے ہمیں مکمل اتفاق ہے۔نعتوں کا انتخاب خوب ہے تاہم ایک دو نعتیں ایسی

شامل کی گئی ہیں جو بارہا شائع ہو چکی ہیں اور مقامی لوگ سن بھی چکے ہیں کوشش کریں کہ غیر مطبوعہ نعتیہ کلام فروغ نعت کا حصہ بنے۔شاعرات کا نذرانۂ عقیدت مستقل عنوان سے شائع کرتے رہیں تا کہ نعتیہ ادب میں خواتین کی دلچسپی اور الگ مقام کا تعین ہو سکے۔نعتیہ ادب میں تنقید کی اہمیت کے عنوان سے ڈاکٹر عزیز احسن کا مقالہ حاصل فروغ نعت ہے۔براہ کرم ڈاکٹر عزیز احسن کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ''اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمایہ کا تحقیقی مطالعہ'' فروغ نعت میں قسط وار شائع کیجیے۔فروغ نعت میں نسبتاً نئی شائع ہونے والی کتب پر تبصرہ کیا کریں۔فروغ نعت کی مسلسل اشاعت یقینی بنانے کے لیے ہماری ذات تک جو حکم ہوگا اس کی بجا آوری میں دیر نہیں ہوگی۔دعا ہے کہ رب محمد آپ کو استقامت عطا کرے۔